مشاہیر فرمانروایان ہند کا سلسلہ

اورنگ زیب

تمہید

میراث اکبری

شہنشاہ اکبر نے جو فرمانروایان ہند میں سب سے بڑا بادشاہ تھا
۱۶۰۵ء میں وفات پائی۔ باعتبار جانشینی وہ اپنے خاندان کا تیسرا
بادشاہ تھا مگر باعتبار اسکے کہ سلطنت کرنے کا جوہر قابل اسمین تھا اسکا
نمبر اول تھا اور سچ پوچھیے تو وہی مغلوں کی سلطنت ہندوستان کا
بانی مبانی تھا۔ اسنے اپنی ذریات کے واسطے بہت بڑی میراث چھوڑی
کی سلطنت میں ہندوستان کے سب صوبے شامل تھے اور قریب میں

کابل تک مشرق مین بنگالہ تک اور کوہ ہمالیہ مین کشمیر تک اور دکن
مین خاندیش تک اُسی کا تسلط تھا۔ اُسنے چالیس برس کی لڑائیون
مین محض یہی نہین کیا تھا کہ یہ وسیع ملک فتح کر لیا ہو بلکہ بہت کچھ سب
باہم ملا کر انتظام کے ساتھ ایک بھی کر دیا تھا۔ اُسنے ہندو اور مسلمانون کو
شیعہ اور سنی کو راجپوت اور افغان کو غرضکہ سارے ہندوستان کی
بیشمار قومون کو باوجود ذات و جماعت کے بے تعداد تفرقون کے ایک
مستحکم سلطنت کی متابعت مین متفق کر دیا تھا۔ اس خاص طور کی ناہموار
سلطنت پر حکمرانی کرنے مین جن خطرناک مشکلون کا سامنا اکبر کو تھا اُنپر
نظر کیجیے تو اُسکا رتبہ سب مشرقی بادشاہون مین کہین برتر پایئے گا اور
کیا عجب کہ وہ بڑے سے بڑے بادشاہان یورپ کا بھی مدمقابل نظر
آئے۔ اُسکی سلطنت کی جو عاقلانہ حکمت عملی تھی اُسکا وہ خود ہی موجد
تھا اور اُسی نے اُسکی اشاعت بھی کی اُسکے طریقۂ سلطنت کے اچھے ہونیکا
صریحی ثبوت یہ ہے کہ باوجود اُسکے جانشینون کی حماقتون اور بدکاریون
کے اُسکی سلطنت کو مدت مدید تک قیام بے زوال نصیب رہا تا آنکہ اُسکے پرپوتے
اورنگزیب کے مذہبی جوش نے سب کچھ برباد کر دیا۔

اکبر کی بڑی مشکلین یہ تھین کہ جن لوگون سے اُسے سابقہ تھا اُن مین
مذہب اور قوم کے اختلافات بہت تھے اور نفاق وحسد کا بازار گرم
تھا اُن مشکلون کے دور کرنے کی ترکیب جو اکبر نے کی وہ ایسی تھی کہ
اُسی کی بدولت سلطنت مغلیہ ایسے استحکام اور شان وشوکت کے ساتھ
جم گئی کہ آگے چلکر بھی پورے سو برس تک قائم رہی۔ اورنگزیب نے
اُس ترکیب کو اُلٹ دیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ اُسکے مورث اعلیٰ کا سب کیا کرایا
خاک مین ملگیا اور اُسکے خاندان کے زوال کا مصالحہ تیار ہو گیا۔

اکبر نے تاریخ ہندوستان بے فائدہ نہین پڑھی تھی۔ جو سبق اُسنے
لیے تھے اُنسے اُسے سمجھ لیا تھا کہ اگر میرے خاندان کو اس ملک پر قبضہ
رکھنا ہے اور نئے حملہ آورون کے مقابلہ مین یہان جمار ہنا ہے تو اسکا
انحصار یہین کے ہندوون کی وفاداری پر ہے کہ انھین کی تعداد
یہان کی آبادی مین بھی کثیر ہے اور فوج مین بھی وافر ہے اور بعض [illegible]
عالی عہدون کے بھی بیشتر حصہ پر یہی لوگ مامور ہین۔ اُسکا منشا یہ تھا
کہ ایک قومی مذہب قائم کرکے اُسکی مدد سے قومی سلطنت کی بنیاد
ڈالے۔ چنانچہ اُسنے ایک بادشاہی مذہب وضع کیا تھا جسے وہ یہ

سمجھتا تھا کہ یہ ایسا عالم ہے کہ اسے میری ساری رعایا مانتی۔ ہندو ریفارمر
دو سو برس سے ایسے جامع مذہب کے فکر میں تھے اور بہتیرے واعظ شہر
بھر مین اسی پر وعظ کہتے مارے پھرتے تھے۔ پندرھوین صدی میں جب
بنگالہ کے فقیر نے قضا کی تو ہندو مسلمانون مین اُسکی نعش پر جھگڑا پڑا۔
فقیر مذکور دفعتاً اُن لوگون مین آن کھڑا ہوا اور اتنا کہکر کہ کفن کے نیچے
دیکھو تو سہی پھر غائب ہو گیا۔ چنانچہ ان لوگون نے کفن اُٹھا کر دیکھا
تو کپڑے کے نیچے صرف خوشنما پھولون کا ایک انبار رہا۔ آدھے پھول
ہندوون کی پاک رسوم کے ساتھ جلا دیے گئے اور باقی کے آدھے
مسلمانون نے دھوم دھام سے دفن کر دیے۔ اکبر کے زمانہ مین بہت سے
مبارک مقامات دونون مذہب والون کے مشترک آستانے بنگئے تھے
پہاڑی پر ایک ہی نشان کی تعظیم مسلمان یہ سمجھکر کرتے تھے کہ ہمارے
پیغمبر صاحب کا نقش قدم ہے اور ہندو یہ سمجھکر اُسے پوجتے تھے کہ ہمارے
دیوتا کے پاؤن کا نشان ہے۔*

* یہ عبارت مسٹر ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر صاحب کے مضمون دی روان آف اورنگزیب
(زوال اورنگ زیب) سے ماخوذ ہے مضمون مذکورہ ماہ مئی ۱۸۹۸ع کے پرچۂ
نائینٹینتھ سنچری مین شائع ہوا تھا۔

اکبر بادشاہ کے دوست اور مشیر ابو الفضل نے جو کتبہ کشمیر کے ایک
معبد کے واسطے لکھا ہے اُسکو مذہب اکبری کا خلاصہ سمجھنا چاہیے اُسکا
ترجمہ حسب ذیل ہے۔

اے خدا مین ہر معبد مین اُن لوگون کو دیکھتا ہون جو تجھکو دیکھتے ہین
جو زبان مین سنتا ہون اُسمین لوگ تیری ہی حمد کرتے ہین۔ شرک و اسلام
دونون تیری ہی جستجو مین ہین۔ ہر مذہب یہی کہتا ہے کہ تو واحد ہے اور
بے ہمتا ہے مسجد مین تیری ہی نماز پڑھی جاتی ہے اور عیسائی کلیسا مین
تیری ہی محبت مین گھنٹے بجاتے ہین کبھی مین کلیسا مین جا نکلتا ہون کبھی
مسجد مین جا کھڑا ہوتا ہون۔ مگر جہان جاتا ہون تیری ہی تلاش مین جاتا ہون
(گہ معتکف کعبہ و گہ ساکن مسجد۔ یعنی کہ ترا مے طلبم خانہ بخانہ) تیرے مقبول
بندون کو نہ مذہب سے مطلب نہ بے دینی سے غرض۔ کیونکہ تیرے جمال
کے عکس ہے۔ دونون مین سے کوئی بھی محروم نہین ہے۔ ملحد کو الحاد
مبارک مومن کو ایمان مبارک۔ مگر عطار گلاب کی پتی خاک ہو کر بھی عطار
ہی کے پاس جائیگی۔

تُونے اسلام کے سخت اصولون کو نکال کر اُنکے بجائے انتخاب کیے ہوے

صوفیانہ مسائل اختیار کیے تھے اور مختلف مذہبون مین جو کچھ اُسکو قابلِ ترجیح
معلوم ہوا وہ اقتباس کرلیا تھا۔

"مین سوا اسکے اور کیا کرسکتا ہون کہ عقل کی مشعل اُٹھا کر زندگی
کے تاریک غار مین اس بڑے معجزے یعنی دنیا کا تماشائی ہون اور جسنے
اُسکو بنایا ہے اور بناتا ہے اور موجود بھی ہے اور غائب بھی ہے اُسکی
شان کا قائل ہون اور سوا اُسکے جو کچھ ہو اُسکو محض صورت اور رسم
سمجھون کہ وہ نوع انسان کی مختلف اقوام مین مختلف اوضاع کی
ہوتی ہین"*

اکبر کا بادشاہی مذہب چلا نہین۔ لوگون کے دلون مین اُسکی جگہ ہی
نہ ہوئی۔ اور اُسی پر کیا منحصر ہے اسطرح کا بہت سے مذہبون سے انتخاب
کیا ہوا مذہب کبھی بھی نہین چلتا۔ تاہم اُسکی کشادہ دلی اور ہمدردی نے
زنجیر سلطنت کے بکھرے ہوے ٹکڑون کو باہم ملا دیا اور کچھ زمانے کے لیے
بجائے مختلف فرقون کے ایک قوم ہوگئی۔ صلح کل اسکا شعار تھا۔ کسی
کا مذہب کیون نہو اور کسی رنگ کی قومیت کیون نہو اُسکو بے تعصبی سے

* یہ ترجمہ ہے لارڈ ٹینیسن صاحب کی نظم اکبرس ڈریم (اکبر کا خواب) کی چند سطرون کا۔

کا تھا۔ وہ پرتگال کے مسیحیون کے دل بڑھاتا تھا اور اُنکی رنگین اور
کندہ کی ہوئی تصویرون کی قدر کرتا تھا۔ اُسکے حضور مین فلسفیانہ مناظرے
ہوا کرتے تھے اور آزادی کے ساتھ ہر مذہب کے مسلّم اصولون پر بحث
ہوتی تھی۔ اُسنے آفتاب کی عبادت جائز رکھی تھی اور اُسکو قدرت الٰہی
کا مظہر کامل سمجھتا تھا۔ اور ہر روز اپنی رعایا کو اپنی مثال کا نمونہ دکھاتا
تھا اور مالک ازل و ابد کی عبادت کے لیے اُس نور کے سامنے جھکتا
تھا جسکے طلوع و غروب پر اوقات کا شمار منحصر ہے۔ اپنے عام مسلک
صلح کل کو خانگی باتون مین بھی راہ دینے کی نیت سے اکبر نے مختلف
قومون اور مختلف مذہبون کی بیبیون سے شادی کی تھی۔

یہ سب کچھ اکبر نے محض حکمت عملی سے نہین کیا۔ اُسکے خیالات
کا رجحان صریحی طور پر فلسفیانہ تھا۔ اس آزادہ روی کا عملی ثبوت یہ
ہے کہ اختلاف مذہب کے باعث جتنے محصول لگائے جاتے تھے
وہ سب اُسنے اُٹھا دیے۔ منحوس جزیہ یعنے وہ جسمانی محصول جو
کفار پر لگایا جاتا تھا یکقلم موقوف ہوگیا۔ اکبر کے محصول جمع کرنیوالون
اور نیز اُسکے خدا کی نظرون مین سب آدمی برابر تھے اور کوئی چیز معمولی

یا جنس نہین بھی باقی تھی - قومی تعصبون کے دور کرنے کے لیے اکبر
دیسی ہندوون کو ایرانی رافضیون کو اور افغان اور مغل و سنیون کو
بلا امتیاز فوجی اور مالی عہدون پر مامور کرتا تھا اور ہر فرقہ کے لوگون
کے ساتھ یکسان مراعات کرتا تھا - اس غرض سے کہ سب قومون اور
مذہبون کے بڑے بڑے لوگ خیرخواہان دولت کے زمرہ خاص مین
جمع ہو جائین اور بلا واسطہ دیگرے تخت شاہی سے وابستہ ہین اکبر
نے ایسے سردار بنائے تھے جنکو جاگیرین عطا ہوتی تھین مگر موروثی نہ
ہوتی تھین - یہ لوگ منصب دار کہلاتے تھے - اور جبتک بادشاہ
خوش رہتا موقوف نہ ہوتے تھے - فوجی خدمت کی شرط پر ان لوگونکو
تنخواہ ملا کرتی تھی یا براہ راست سرکار سے زمین عطا ہو جاتی تھی -
اس اندیشہ کو دور کرنے کے لیے کہ کہین ایسا نہ ہو یہ چین جاتی منصبدار
آگے چلکر ملکی سردار بنتے جائین جانچ کا طریقہ بہت سخت رکھا گیا تھا
اور عاملان مالگزاری کی نگرانی بہت ہوشیاری کے ساتھ ہوتی تھی
جبتک کہ سختی کے ساتھ پابندی رہی یہ طریقہ بہت اچھی طرح چلتا رہا
تقریباً سو برس تک ہندو اور ایرانی سردارون نے اپنے ایک ہی

فا کی خدمتین لڑائی مین اور نیز ملکی انتظام مین بہت خیر خواہی کے ساتھ
ام دین۔ البتہ جب تعصب مذہبی نے اس طریقہ کی طاقت کو باطل
یا تو لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خاک مین ملگیا۔

رکا بیٹا سلیم جو اکتوبر سنہ ۱۶۰۵ء مین ۳۷ برس کا ہو کر جہانگیر کے
قب سے تخت نشین ہوا وہ اپنے بیشال باپ سے کہین جداگانہ مزاج
کا تھا اور باپ کے خلاف کھلم کھلا بغاوت کر چکا تھا۔ مزاج مین سختی
بہت تھی اور مشہور شرابخوار تھا اوسنے اپنی تزک مین جسمین اوسکی
صدق بیانی حیرت مین ڈالتی ہے یہ سب حال لکھا ہے کہ مثل اپنے
ا اور بھائیون یعنی مراد و دانیال کے وہ بھی اٹھارہ برس کی عمر سے شراب
کا عادی ہوگیا تھا۔ اور تھوڑے نہ بہت بیس پیالے روز پیا کرتا تھا۔
شروع مین تو شراب انگوری ہوتی تھی مگر پھر تو دو آتشہ ہوگئی اور وہ
ایسی تند ہوتی تھی کہ سر طامس رو سفیر دولت انگلشیہ کو اوسکی بو سے
چھینک آگئی اور سب دربار والے بہت خوش ہوے۔ جب عمر زیادہ
ہوئی تو میکشی کم کردی تھی تاہم رات کو بالکل مدہوش ہوتا تھا یہانتک
کہ رات کا کھانا بھی نوکر ہی کھلاتے تھے اور اسکے بعد سر طامس لکھتے ہین

کہ وہ آرام کرتا تھا اور شمعین بجھادی جاتی تھیں اور جھے ٹٹول ٹٹول کر
راستہ چلنا پڑتا تھا۔ شرابخوار تو ضرور تھا مگر جہانگیر احمق تھا یہ مدہوشی
رات ہی کو ہوتی تھیں۔ دن کو وہ سراپا ہوش ہوتا تھا۔ کیفیت یہ
تھی کہ روزانہ درباروں مین کسی سردار کے منھ سے ذرا بو
کی جھمک آجاے اور اگر کوئی امیر شب گذشتہ کے بھولے ہوے جلسونکا
ذکر بے تمیزی سے کرجاتا تھا تو اسکو سخت سزا ملتی تھی۔ بادشاہ
نے تو یہانتک کیا تھا کہ ایک فرمان سعادت بنیان میخواری کی ممانعت
مین جاری کیا تھا اور مثل اپنے ہمعصر جیمس اول کے تمباکو کے خلاف
تو ایک رسالہ لکھڈالا مگر اپنی رغبت کی چیز یعنی افیون کی نسبت
کچھ نہ کہا۔

اکبر سے اور نیز اپنی مان سے کہ وہ راجپوت قوم کی رانی تھی
جہانگیر نے قوی بہت اچھے پائے تھے کہ باوجود ان بے عنوانیون
کے اسکے جسم اور دماغ پر کچھ زیادہ خراب اثر نہین پڑا۔ سر طامس رو
نے اسکی ذہانت کی بابت راے بہت اچھی قائم کی تھی۔ اور
اسمین بھی کوئی شک نہین کہ اتنی بڑی سلطنت پر تسلط رکھنے اور

دکن مین اور راجپوت سردارون سے جنگ کرنے مین جو مستعدی
اُس سے ظاہر ہوئی وہ بہت قابل تعریف ہے - یہ ضرور سچ ہے کہ
جہانگیر کو موجد ہونے کی عزت حاصل نہین تاہم وہ اتنا عقلمند ضرور تھا
کہ اُسنے اپنے باپ کی حکمت عملی کو جاری رکھا اور اُسی حکمت عملی کی
بدولت ہندوون کی خیر خواہی بدستور قائم رہی - جہانگیر کی بے تعصبی
کچھ آزادہ روی کے باعث نہ تھی بلکہ زیادہ تر بے پروائی اُسکا باعث
تھی - پھر بھی باوجود اسکے کہ مسلمان ہونے کا دم بھرتا تھا ہندوون
اور عیسائیون کے ساتھ وہی مراعات ملحوظ رکھتا تھا جو اکبر کے وقت
سے قائم تھین - وہ بھی عیسائیون کی دستکاری کا حامی تھا - حضرت
مریم کی مجسمی اور تصویرین اُسکے محلون مین زینت کیواسطے رکھی جاتی
تھین - یہ ضرور ہے کہ سلطنت جہانگیری کو فروغ زیادہ تر مشیران
شاہی اور سپہسالارون کی قابلیت کے باعث ہوا - تاہم اگر جہانگیر
اپنے باپ کے قدم بقدم چلنا نہ پسند کرتا تو اُسمین اتنی عقل اور طاقت
ضرور تھی کہ اپنے واسطے اپنا خاص طریقہ اختیار کرتا - اپنی سلطنت کے
آخر زمانہ مین البتہ جہانگیر پورے طور پر اپنے شاہانہ مزاج اور لائق اور

مشہور بیگم نور جہان کی مٹھی مین ہوگیا تھا۔ سچ پوچھیے تو بیگم ہی اپنے بھائی آصف خان کی مدد سے سلطنت کرتی تھی۔ بیگم کے زور پکڑنے کا یہ اثر ہوا کہ مغلون کا قدیمی جنگی جوش کمزور ہوگیا۔ بادشاہ کا سب سے قابل بیٹا شہزادہ خرم کھلم کھلا باغی ہوگیا۔ اس انتہا درجہ کے نقصان رسان طریقہ کو ترقی ہوئی کہ صوبجات کے ٹھیکے دیدیے گئے۔ رہزنی و قزاقی خوب بڑھی دربار مین تحفہ تحائف کی طمع بیحد وحساب بڑھگئی۔ خواب مین بھی یہ خیال کسی شخص کے دل مین نہ آتا تھا کہ بیگم یا اُنکے درباریون کے حضور مین خالی ہاتھ حاضر ہو۔

جہانگیر نے ۵۸ برس کا ہوکر نومبر ۱۶۲۷ء مین یکایک اس دار فانی سے کوچ کیا۔ معمولاً گرمی کے دنون مین دلفریب گھاٹیون کی سیر کے واسطے کشمیر جایا کرتا تھا۔ وہین سے واپس آتے ہوے رستہ مین وفات پائی تھوڑے دنون کے واسطے جہانگیر کا پوتا بلاقی داور بخش کے لقب سے مشہور وہ ظاہراً طور پر تخت نشین کردیا گیا اُسکے بعد جنوری ۱۶۲۸ء مین شہزادہ خرم نے شاہجہان کے لقب سے بمقام آگرہ تاج شاہی اپنے سر پر رکھا۔

مثل اپنے باپ کے شاہجہان بھی ایک راجپوت رانی کے بطن سے

تھا۔ اور اُسکی رگون مین ہندوستانی خون بہ نسبت مغلی خون کے زیادہ
تھا۔ یہ رانی مارواڑ کے مغرور راجہ کی بیٹی تھی۔ پھر بھی شاہجہان بمقابلہ
اپنے مورثون کے فرقۂ سنت و جماعت کا پکا مسلمان تھا اور اُس مین
تعصب کی وہ جھلک نظر آتی تھی جو اُسکے دادا اور باپ اور دربار اُدا
مین نام کو بھی نہ تھی۔ اُسکے شغف مذہبی کو اُسکی سب سے زیادہ چاہتی بی بی
ممتاز محل کے اثر سے اور بھی زیادہ ترقی ہوئی۔ ملکہ مذکور چودہ بچون کی
ماں ہوئی۔ اور اُسکے عاشق شوہر نے اُسی کی یادگار مین آگرے مین
تاج بی بی کا مشہور روضہ تعمیر کرایا۔ مگر شاہجہان بڑا عقلمند بادشاہ تھا۔
اُسنے مذہب کو تدابیر مملکت مین خلل انداز ہونے دیا۔ اُسنے مسیحی شنریون
کے یہان رہنے پر اعتراض نہین کیا اور مثل اکبر کے ہندوون کو اپنی
فوجون کا سپہ سالار بھی مقرر کیا۔ اُسکے زمانہ سلطنت مین کوئی بڑی
بڑی لڑائیان نہین ہوئین۔ دکن مین حسب دستور سابق بدعملی رہی
مگر بیجاپور اور گولکنڈہ کی سلطنتین عارضی طور پر مطیع ہو گئین اور مجبور
ہوکر خراج دینے لگین۔ اور قندھار کو ایرانیون سے پھر لے لینے کیلیے
بھی کئی لڑائیان ہوئین۔ انھین لڑائیون مین بادشاہ کے بیٹے اورنگزیب

بھی نیکبر تھا۔ اُسنے بادشاہ کے حضور مین سجدہ کرنے کی خراب رسم کو موقوف کردیا اسکی نیکمزاجی اور مہربانی کی شہرت تھی اور یہی اُسکے ہردل عزیز ہونے کا باعث تھا۔ کوئی مغل بادشاہ ایسا ہردلعزیز نہین ہوا جیسا کہ شاہجہاں تھا۔

جب شاہجہان کی عمر زیادہ ہو گئی تب بھی اُسکی نیک مزاجی اور ہردلعزیزی مین کمی نہین ہوئی مگر لہو ولعب مین زیادہ مصروف رہنے لگا اور اپنی اولاد کے ہاتھ مین ہو گیا اسکی چاہتی بی بی تاج محل اپنے چودھوین بچہ کی ولادت مین ۱۶۳۱ء مین مر گئی تھی اور وہ اپنی سب سے بڑی بیٹی جہان آرا سے بہت محبت کرنے لگا تھا۔ اور اس درجہ پیار کرتا تھا کہ بہت کچھ بدنامی ہوتی تھی۔ اور عورتون کی صحبت سے جو اور عارضی حظ حاصل ہوتے ہین اُنسے بھی پرہیز نہ تھا۔ جوانی مین وہ بہت سنجیدہ اور مستقل مزاج کا آدمی تھا بہت مستعد سپاہی تھا اور بہت بانکا شمشیر تھا۔ چونسٹھ برس کی عمر مین وہی حرص وہوا کا بندہ بن گیا اور شان وشوکت دکھلانے اور عیش وعشرت اور نظارہ بازی کرنے مین مصروف رہنے لگا۔

"اے کاش اب بھی وہ اپنی اُسی دلیرانہ وضعداری پر قائم رہتا جو عنفوان شباب مین تھی۔ جب وہ مشرق سے طلوع ہوا ہے تو امید تھی کہ بڑی قابل فخر نسل اُس سے پھیلے گی مگر جب نصف النہار سے وصل کیا اسکی رفتار بہت تیز ہو گئی۔ مگر جس طرح آفتاب کی گرمی مین دوپہر ڈھلنے پر تمازت مین کمی ہو جاتی ہے اور رفتہ رفتہ جون جون غروب ہونے کا وقت قریب آتا جاتا ہے وہ بھی دھیما پڑتا جاتا ہے اور جو تھوڑا سا دن باقی رہجاتا ہے اُسی سے خوش ہوتا ہے اُسی طرح اِسنے بھی عالم شباب مین نام پیدا کرنے کی کوشش کی اور جب ضعیفی آئی تو اُسکے بدلے عیش اور محبت مین پڑ گیا"*

سلطنت کا بار اُسکے عیش مین مخل ہوتا تھا چنانچہ اُسنے یہ ترکیب کی کہ اپنے اختیارات اپنے چار بیٹون کو تفویض کر دیے۔ اور ہر ایک کو اپنے دور دراز صوبجات مین سے ایک ایک صوبہ کا نائب السلطنت دیا۔ اُسے امید یہ تھی کہ اسطرح ان لوگون کے آپس کے بغض و عناد کا

* یہ ترجمہ ہے ڈرائیڈن صاحب کی نظم "اورنگزیب" کا جو کانسٹبل صاحب کی کتاب "اورینٹل مسیلنی" (مطبوعہ ۱۸۹۲ء) کی جلد سوم مین چھپی ہے (صفحہ ۵۵)۔

بھی خاتمہ ہو جائیگا اور ناخلفی کے حوصلون کے پورا کرنے کا موقع بھی
انکو میسر نہ آئیگا۔ عصاے سلطنت اسکے ہاتھ سے گرا چاہتا تھا۔ اس نے
سوچا کہ لاؤ اس عصا کے ٹکڑے کر ڈالون اور بڑھاپے مین آرام سے
بسر کرون۔ اس تدبیر کی غلطی بہت جلد کھل گئی۔ اس عصا کے ٹکڑے
مصر کے جادوگرون کے عصاؤن کی طرح سب سانپ بن گئے اور
اسی کے تخت کے چارون طرف پھنکارین مارنے لگے اور جو کچھ بہی
سہی طاقت اسکی باقی تھی اسکا بھی کام تمام کر دیا۔ حتی کہ عصاے
اورنگ زیبی اور سب کو نگل گیا اور سب کے ساتھ تخت طاؤس کو
بھی چٹ کر گیا۔

مغل بادشاہون کی نسبت یہ روایت مشہور تھی کہ باپ نے [illegible]
اپنی آنکھون سے اپنے بیٹے کی بغاوت ضرور دیکھ لیگا۔ اکبر نے اپنے
ناخلف بیٹے کی خطا بخشی اپنے بستر مرگ پر کی تھی۔ جب شاہجہان
کا باپ مرا ہے تو وہ بھی باغی ہو رہا تھا۔ اب اسکی باری آئی کہ اپنے
اسکے نصیبون کا لکھا بھی اسکے سامنے آئے۔ ۱۶۵۷ء مین وہ ایک
ایسے عارضہ مین مبتلا ہوا جسکی بابت شائستہ مزاج فرانسیسی سیاح

طبیب برنیر نے لکھا ہے کہ وہ "ناگفتہ بہ ہے" پیر نابالغ کو آخرکار اپنی
عشرت پرستی کا صلہ ملگیا۔ عام طور سے اس بات کا اندیشہ تھا کہ
اس مرض سے جانبری نہو گی اور اُسکے مرنے کی خبرین برابر مشہور
ہوتی رہتی تھین اور ہر شہزادہ تاج شاہی کے واسطے لڑنے کی تیاری
کرتا جاتا تھا۔

"جس طرح ذرا سے اشارہ پر بیٹے مستعد بجنگ ہوجاتے ہین
اور فوراً میدان مین لڑنے کے واسطے کود پڑتے ہین اور اُن ہواؤن
کی طرح جو سمندر مین تلاطم پیدا کردیتی ہین ہتھیارون کے زور سے
یہ فیصلہ کرلیتے ہین کہ سلطنت کرنا کسکی قسمت مین لکھا ہے۔
سلطنت کرنا چاہے جسکے مقسوم مین ہو جو نیا بادشاہ ہوگا اُسکو
ایسے معاملات سے سابقہ پڑیگا جس سے اُسکے متقدمین نا آشنا رہے
ہون۔ اکبر نے اپنے استقلال سے ناموافق مادون مین اتفاق پیدا
کرکے بڑی خوبی کے ساتھ سلطنت قائم کی تھی۔ مگر اُسکی تعمیر مین
مین کہین رخنے رہ گئے تھے اور اب اِن رخنون کے بڑھجانے سے
عمارت کے شق ہوجانے کا اندیشہ ہوچلا تھا۔ آزادہ روی سے

ملا لینا یا برانگیختہ کر دینا۔ حاکمانِ صوبجات کے اس رجحان کو روکنا کہ اپنے اختیارات اپنے لڑکوں کو دیکر خاندان قائم کرتے جائیں۔ تباہ ہونیوالے انتظام کے بے جان قالب میں روح پھونکنا اور تاریکی میں عقیدت کے نور کی مشعل روشن کرنا۔ یہ وہ مسئلے تھے جنسے شاہجہان کے بیٹے کو اپنے باپ کی بارونق مگر بگڑنے والی سلطنت کے ملنے پر سابقہ پڑا۔ یہ کام تھا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جیسے پیغمبر یا تھیوڈورک جیسے بادشاہ کے کرنے کا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کام تائیدِ یزدانی کا تھا یا سعیِ انسانی کا؟

شجرۂ خاندان اورنگ زیب

تیمور

اکبر
ولادت ۱۵۴۲ء — جلوس ۱۵۸۶ء — وفات ۱۶۰۵ء

جہانگیر
ولادت ۱۵۶۹ء — جلوس ۱۶۰۵ء — وفات ۱۶۲۷ء

شاہجہان
ولادت ۱۵۹۲ء — جلوس ۱۶۲۷ء — وفات ۱۶۶۶ء

- **جہان آرا بیگم صاحب** — ولات ۱۶۱۴ء، وفات ۱۶۸۱ء
- **دارا شکوہ** — ولادت ۱۶۱۵ء، وفات ۱۶۵۹ء
- **شجاع** — ولادت ۱۶۱۶ء، وفات ۱۶۶۰ء
- **روشن آرا** — ولادت ۱۶۱۷ء، وفات ۱۶۷۱ء
- **اورنگ زیب عالمگیر** — ولادت ۳ نومبر ۱۶۱۸ء، جلوس جولائی ۱۶۵۸ء، وفات ۳ مارچ ۱۷۰۷ء
- **مراد بخش** — ولادت ۱۶۲۴ء، وفات ۱۶۶۱ء
- **گوہر [illegible]** — ولادت ۱۶۳۱ء، وفات ۱۷۰۶ء

- **زیب النسا** — ولادت ۱۶۳۹ء، وفات ۱۷۰۱ء
- **محمد** — ولادت ۱۶۳۹ء، وفات ۱۶۷۶ء
- **معظم شاہ عالم بہادر شاہ** — ولادت ۱۶۴۳ء، جلوس ۱۷۰۷ء، وفات ۱۷۱۲ء
- **زینت النسا** — ولادت ۱۶۴۳ء، وفات ۱۷۰۸ء
- **بدر النسا** — ولادت ۱۶۴۷ء، وفات ۱۶۷۰ء
- **زبدۃ النسا** (سپہر شکوہ سے شادی ہوئی) — ولادت ۱۶۵۱ء، وفات ۱۷۰۷ء
- **اعظم** — ولادت ۱۶۵۳ء، وفات ۱۷۰۷ء
- **اکبر** — ولادت ۱۶۵۷ء، وفات ۱۸۱۶ء
- **مہر النسا** مراد بخش کے بیٹے سے شادی ہوئی — ولادت ۱۶۶۱ء، وفات ۱۷۰۵ء
- **کام بخش** — ولادت ۱۶۶۷ء، وفات ۱۷۰۹ء

جو تخت سلطنت کے واسطے جھگڑا پڑے اُسمین اُسنے جو وطیرہ اختیار کیا وہ زیادہ تر
قرینہ اس بات کا ہے کہ وہ راستبازی کے ساتھ یہ کوشش کر رہا تھا کہ
جس راستہ پر اکبر چلا تھا اُسی پر وہ بھی قدم رکھے۔ آگے چلکر معلوم ہوگا
کہ دارا کو اپنے آزاد خیالون سے بجاے نفع کے نقصان ہوا اور
اِسی سے اُسکے ہلاک کرنے کا بہانہ ہاتھ آگیا۔ لیکن اُسکے مذہبی رنگ
سے قطع نظر کیجیے تو وہ بزدل نازک مزاج جلدباز آدمی تھا۔ اُسکے
دل مین باریک خیالات اور نئے نئے منصوبے ہمیشہ بھرے رہتے تھے
اُسکو نہ کبھی اپنے اوپر قابو ہوا نہ دوسرون پر۔ اور بسا اوقات ایسا
ہوتا تھا کہ جب غصہ کو دور کرکے غور کرنے کی سخت ضرورت ہوتی تھی
تب ہی وہ مغلوب الغیظ ہو جاتا تھا۔ اُسمین شاعر ہونے کی قابلیت
تھی اعلیٰ درجہ کا فلاسفر ہونے کی قابلیت تھی۔ مگر فرمانروا ے ہند
ہونے کی قابلیت ہرگز ہرگز اُسمین نہ تھی۔

اُسکا دوسرا بھائی شجاع دارا سے زیادہ مضبوط ارادہ کا تھا
مگر اُسکی سی خوبیان اسکے مزاج مین نہ تھین۔ وہ دلیر تھا ہوشیار تھا
زیرک تھا اور رموز مملکت کو خوب سمجھتا تھا۔ وہ ہندو راجاؤن کو

رشوتین دینے کی ترکیبون سے واقف تھا۔ چنانچہ جسونت سنگھ جیسے بڑے مہاراجہ مارواڑ کو اپنی طرف کرلیا تھا۔ وہ اپنے تئین شیعہ کہتا تھا تاکہ ذی اختیار ایرانی سردار بالاتفاق اُسکا ساتھ دین۔ یہ سب کچھ تھا مگر ان سب پر پانی پھیر دینے والی ایک کمزوری بھی غضب کی تھی۔ وہ عیش و عشرت کا بندہ تھا۔ عورتین بیشمار رکھتا تھا اور جب اُنمین جا بیٹھتا تھا تو برابر کئی کئی دن اور کئی کئی رات ناچ گانے اور شراب پینے مین بسر ہوتی تھی۔ جنکو عزیز رکھتا تھا اُنکو بیش قیمت خلعتون سے سرافراز کرتا تھا اور جسوقت جیسا مزاج مین آگیا کبھی تنخواہ بڑھا دیتا تھا کبھی گھٹا دیتا تھا۔ اپنے نقصان کے اندیشہ سے کوئی امیر کوشش نکرتا تھا کہ اُسکو اِس طرز زندگی سے باز رکھے۔ اِسی سبب سے سرکاری کام کہ وہ حاکم بنگالہ بھی تھا اکثر پڑا رہ جاتا تھا اور اُسکی رعایا کے دلون سے اُسکی محبت جاتی رہی تھی ؁* خلیفۃ المنصور بانی سلطنت جاپسہ کی نسبت لکھا ہے کہ جب لڑائی درپیش ہوتی تھی

* یہ عبارت ڈاکٹر برنیر کی کتاب ٹریولس (وقایع سیاحت) کی ہے جسے کانسٹبل صاحب نے فرانسیسی سے انگریزی مین ترجمہ کیا ہے۔

تو جب تک فتحیاب نہ ہو لیتا تھا کبھی عورت کی صورت پر نگاہ نہ ڈالتا
تھا۔ شجاع کو بھی اُسی کی تقلید کرنی مناسب تھی۔ کسی مغل بادشاہ
کو جو اپنے تئین زنانخانہ مین بند رکھے اور برابر رعایا کے سامنے
آتا اور اُنکی فریادین سُنتا نہ رہے یہ امید نہین ہو سکتی تھی کہ رعایا
اُسکی برتری کو مانتی رہے گی۔ شجاع کا زنانخانہ ہی اُسکی زندگی کا
زندان خانہ تھا۔

شاہجہان کا سب سے چھوٹا بیٹا مراد بخش بڑا جری اُجڈ تھا۔
شیر کی طرح دلیر۔ روز روشن کی طرح صاف دل۔ پولیٹکل باتون مین
سادہ لوح۔ ملکی چالون سے نفرت کرنیوالا۔ اور اپنی شمشیر پر بھروسا
رکھنے والا۔ میدان جنگ مین جس سے سب کانپتے تھے اور شراب
پینے بیٹھتا تھا تو سب سے بڑھکر یارون کا یار تھا۔ اپنی بات کا پکا تھا۔
مگر صلاح دینے مین اُس سے زیادہ اکھڑ اور رنجش کرنے مین اُس سے
زیادہ بے فکر بھی کوئی نہین ہو سکتا تھا۔ یہ بہادر وحشی بھی شرابخواری
کی اُس موروثی لت کی بھینٹ چڑھا جو بابر نے اپنی اولاد کو میراث
مین چھوڑی تھی۔ اُسکے نام کی رعایت سے دیکھیے تو مراد بخش کی دلی

مرادین سب بر آئی تھین مگر ان مرادون کا بر آنا ہی اُسکی تباہی کا موجب تھا۔ شاہجہان کے بستر علالت پر ہونے کے زمانہ مین جو جو سازشین ہوئین اُنمین دو شہزادیون نے بھی بڑے بڑے کام کیے۔ بڑی شہزادی جہان آرا جو بیگم صاحبہ کے لقب سے مشہور تھی اپنے باپ کی بڑی چاہتی تھی۔ وہ حسین تھی اور طبیعت بھی اچھی پائی تھی۔ بڈھے باپ کو اُسکی صحبت مین لطف آتا تھا اور اُسکی بہت کچھ جگہ شاہجہان کے دل مین تھی۔ اور چونکہ اب خاص محل کی کوئی ملکہ رہ نہین گئی تھی اسلیے دربار مغلیہ مین جہان آرا ہی کا دور دورہ تھا۔ کوئی سازش یا چال بغیر اُسکی مدد کے چلنے نہ پائی تھی۔ اور جو پیش بہا تحائف اُسکو اُن لوگون سے ملتے تھے جنکو بادشاہ سے کچھ نفع حاصل کرنا مقصود ہوتا تھا اُنکو اور اُس بیش قرار رقم کو جو اُسکو پاندان کے خرچ کے طور پر ملتی تھی ملا کر اُسکے پاس دولت بھی کثیر ہو گئی تھی۔ اُسکی قسمت مین بھی مثل اور مغل شہزادیون کے یہی لکھا تھا کہ تمام عمر کنواری بیٹھی رہے۔ اِسکی وجہ یہ تھی کہ ہندوستان مین اُسکے لائق کوئی بر نہ مل سکتا تھا یا شاید یہ وجہ ہو کہ کوئی بڑا امیر اس مصیبت کی عزت کی پروا نکرتا تھا کہ شاہی بیوی کی مزاجداری کا

بار اپنے سر لے لین گھر مین کئی کئی بیویان ہون تئین شہزادیون کی
وجہ سے کچھ امن و امان مین زیادتی نہین ہو جاتی تھی - مگر کہا جاتا ہے
کہ مغل اور اپنی شاہی خاندان اور عالی دودمان بہنون کے شہزادی
صاحبہ اپنی اسی حالت مین خوش تھین - پولیٹکل باتون مین شہزادی
دارا کی حامی تھی اور جہان تک بس چلتا تھا بادشاہ سے اُس کی
سفارش کرتی رہتی تھی - اُدھر چھوٹی بہن روشن آرا دلسے اورنگ زیب
کی مددگار تھی اور بڑی شہزادی اور بڑے بھائی سے قلبی نفرت
رکھتی تھی - جب تک دارا زندہ رہا روشن آرا کا کچھ زور نہ چلا مگر
اُسنے برابر اورنگ زیب کے فائدہ کو مدنظر رکھا اور جو کچھ دربار
مین ہوتا رہا اُسکی اطلاع اورنگ زیب کو کرتی رہی - روشن آرا
اپنی بہن کی طرح صاحب جمال نہ تھی مگر اسکے باعث یہ نہ تھا کہ اُسکو
کوئی پوچھتا نہ ہو - اور ان کامون کے سوا کنواری لڑکیون کو اپنے
زنانخانے کی زندگی مین اور فکر ہی کا ہے کی تھی -

شاہجہان کا تیسرا بیٹا اورنگ زیب ۴ - نومبر ۱۶۱۸ع کی رات کو
بمقام دھوندھہ پیدا ہوا - یہ مقام مالوہ کی سرحد پر بڑودہ اور اُجین کے

قریب قریب بیچون بیچ مین واقع ہے۔ اُس کا باپ اُس زمانے مین
صوبۂ دکن کا حاکم تھا۔ مگر یہ بادشاہ مستقبل دو ہی برس کا تھا کہ شاہجہان
پر دربار سے عتاب ہوا اور مجبوراً اُڑتے بھٹکتے تلنگانہ اور بنگالہ مین ہوکر
بھاگنا پڑا۔ اور کہین تین چار برس بعد جا کر اُسکو صوبۂ دکن کی حکومت
پھر نصیب ہوئی۔ آخر کار اُسنے جہانگیر کی اطاعت کر لی اور عذر خواہی
کی۔ اور اس شرط پر بلا مزاحمت رہنے کی اجازت ہوئی کہ اپنے
دو بیٹون دارا اور اورنگ زیب کو بطور کفیل آگرہ پہونچا دے سنہ ۱۶۲۶ء
کچھ معلوم نہین ہوتا کہ اس زمانہ جنگی مین جو کئی برس گذرے اُسمین اس
نور جہان سی شکّی مزاج ملکہ کے پاس نظر بند ہونے کے زمانہ مین اس
بچہ کا کیا حال رہا۔ نہ اسکا کچھ حال کہین لکھا ہے کہ اسکے ایام طفولیت
مین اُس زمانہ سے کہ نو برس کی عمر مین اُسنے اپنے باپ کو تخت نشین
ہوتے دیکھا تھا سنہ ۱۶۳۴ء تک کہ یہ سترہ برس کا نوجوان حکومت دکن
کے معزز عہدے پر ممتاز ہوا کیا واقعات پیش آئے مشرقی شہزادون
کے ایام طفولیت مین معمولاً کچھ ایسے واقعات بھی نہین ہوتے۔
اورنگ زیب نے مسلمانون کی معمولی تعلیم تو ضرور ہی پائی تھی۔

قرآن پڑھا ہی تھا ۔ قواعد عرف ۔۔۔ دقیق مسائل بھی اُسکو بخوبی مستحضر تھے
اور جو کتبیں کتابیں اب تک مشرق میں درسیات کا لازمی جزو سمجھی جاتی
ہیں وہ بھی اُسنے پڑھی تھیں ۔ نظم میں بھی اُسکو خاصی دستگاہ تھی ۔ اور
نثر میں تو اُسکے فارسی رقعات کا طرز تحریر اب تک ہندوستان میں قدر
کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے ۔ بڑا ہو کر اورنگ زیب اسکا شاکی تھا
کہ میرے جاہل یا کم از کم تقلید کے پابند اُستاد نے جو تنگ طریقہ میری
تعلیم کا رکھا وہ بہت خراب تھا ۔ اُسنے خود ایک خاکہ کھینچکر بتلایا
بھی تھا کہ شہزادہ کی تعلیم اس طرح سے ہونی چاہیے ۔ غالب ہے کہ
ابتدائی مذہبی تعلیم ہی کا یہ اثر تھا کہ اُسکو مسلمانی غلو مذہبی کیطرف
بہت رجحان تھا ۔ اور اسی غلو مذہبی کی بدولت اُسنے اپنا نام بھی
روشن کیا اور یہی اُسکے زوال کا بھی باعث ہوا ۔

اورنگ زیب کی دکھین کی حکومت دکن کو جسکا نام ہی فرمانروائی
سمجھنا چاہیے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کم سن شہزادہ بہ نسبت اُسکے
کہ جو زمین نظروں کے سامنے تھی اُسکی تسخیر کی تدبیر کرے زیادہ تر اپنی
آیندہ زندگی کی فکروں میں مصروف رہتا تھا ممکن ہے کہ اُسکے باپ کے

پرتکلف دربار کے جاہ و جلال اور نمائشی شان و شوکت نے نوجوان
شہزادے کے حق مین دل کو انسانی خواہشون کی ہوا پرستی پر غور
کرنے کی طرف مائل کیا ہو - یا کسی دانشمند دوست نے اسکی تربیت یافتہ
طبیعت مین یہ جرأت جا دی ہو کہ اُسکے بہت سے شاہی رشتہ دارونکو
بے فکری کے ساتھ لہو و لعب مین مصروف رہنے سے کیسے کیسے خراب
نتیجے حاصل ہوے - بہر حال اسکی وجہ جو چاہے سو ہو یہ بات تو
ظاہر ہے کہ اورنگ زیب چھوٹی ہی سی عمر سے زندگی کے مرحلہ کو بہت
مشکل مرحلہ سمجھنے لگا تھا - سنہ ۱۶۳۲ء مین کہ ابھی اسکی عمر چوبیس ہی برس
کی تھی اُسنے تارک الدنیا ہو جانے کا ارادہ ظاہر کیا اور واقعی مغربی
گھاٹ کے پہاڑی سلسلہ کے ویران مقامات مین بود و باش اختیار
کرلی (ڈاکٹر فرائر صاحب کو اسی مقام پر اورنگ زیب کا مامن دکھلایا
گیا تھا) - اور نفس کشی کی ریاضت شاقہ کو جو اسلامی فقیر کے لیے
لازمی ہے اپنے اوپر اختیار کرلی -

چونکہ یہ غیر معمولی بات ایک نوجوان مغل شہزادے کے واسطے
اُس سے کہین زیادہ عجیب و غریب تھی جیسی کہ ضعیف اور نقرس کے

سنائے ہوئے۔ مایوس بادشاہ چارلس پنجم کے واسطے تھی اِس لیے
اورنگ زیب کے بعض معترضین اسکو مکّاری اور پیش بندی پر محمول
کرتے ہین۔ کہا جاتا ہے کہ طمع سلطنت سے اسطرح الگ تھلگ
رہنے کے حیلے سے مقصود یہ تھا کہ اپنے ہمسرون کی آنکھین بند
کردے تاکہ جو جو حوصلے اُسکے سینہ مین جوش زن تھے وہ اُنکی نظر سے
مخفی رہین۔ لیکن اِس اعتراض کی کوئی معقول وجہ نہین معلوم
ہوتی اور یہ بھی ان بیشمار مثالون مین سے ایک مثال اُس انداز
کی ہے جس سے اورنگ زیب کی سوانح عمری لکھنے والون نے
اسکی منافقانہ طبیعت کے دکھلانے کی کوشش بلیغ کی ہے۔
بجائے اسکے کہ اُسکا کچھ کام نکلے اِس ریاضت کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسکا
باپ اُس سے بہت سخت ناخوش ہو گیا۔ شہزادے کو یہ سزا ملی کہ
تنخواہ بند ہو گئی منصب اور جاگیر ضبط ہو گئے اور گورنر دکن کے عہدہ
سے معزول کر دیا گیا۔ اُسکے خاندان والے ضرور اُسکے مذہبی رنگ
سے متاثر ہوئے اور اُسکا بڑا بھائی دارا جو آزادمنش ہونے کی
شان رکھتا تھا اُسکو پیرجی کے لقب سے یاد کرتا تھا۔ مگر یہ بات

پایۂ ثبوت کو نہین پہونچتی کہ ان لوگون کو اپنے بھائی کی نسبت
اندازہ کرنے مین دھوکہ ہوا جو قریب کے رشتہ دارون مین بہت کم
ہوا کرتا ہے اور نہ یہ ثابت ہوا کہ اُسکے تارک الدنیا ہوجانے سے
سردارون یا رعایا کی نظرون مین اُسکی وقعت کچھ زیادہ ہوگئی۔
علاوہ برین اگر اورنگ زیب ایسا گہرا چالاک و پیشہ ور مکار ہوتا تو
جب تک ضرورت باقی رہتی وہ اپنے اس رنگ کو قائم رکھتا اور اُ
سوقت تک انتظار کرتا کہ جب تک وہ موقع حملہ کرنے کا ہاتھ آجاتا
جسکی تاک مین وہ اپنے سنسان حجرے مین بیٹھا تھا۔ بجاے اسکے
اورنگ زیب سال ہی بھر کے عرصہ مین اعتکاف سے نکل آیا اور گجرات
سے بڑے صوبے مین حکومت کرنے لگا۔ اسکے بعد جب جب لڑائی
ہوئی اورنگ زیب سب کے آگے ہی دکھائی دیا اور برابر رعایا کی
نظرون کے سامنے ڈٹا رہا۔ اصلیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ عارضی
ترک دنیا بھی جوانی کے زمانے کی ایک دھن تھی جسکو مذہبی جوش
سے تحریک ہوگئی تھی۔ اس تجربہ کی جدت تھوڑے ہی دنون مین
جاتی رہی۔ گوشۂ عافیت کی تنہائی سے فقیر کا جی گھبرا گیا۔ اور

نوجوان شہزادہ اس نیت سے واپس آگیا کہ اُس جگہ اپنے تصور کے خیالات کو پورا کرے جہان اُسکی نفس کشی اُسکے لیے اور بھی تعریف کے قابل ہو اور اُس بڑی دنیا پر اور بھی زیادہ اثر ڈالے جنہیں کام کرنے کے واسطے وہ خلق ہوا تھا - وہ اسلیے نہیں پیدا ہوا تھا کہ دن کو پڑا ہوا خواب دیکھا کرے اور خودشکنی مین کاہلی کے ساتھ اپنی زندگی کے دن پورے کر دے - اسکی فقیرانہ طبیعت اسواسطے وضع کیگئی تھی کہ اُس سے ایک سلطنت کی سلطنت کا رنگ بدلے - ایام شباب کے خواب کا اثر تھوڑے ہی دنون مین جاتا رہا اور جو پہلے فقیر تھا وہ اب مدبر الملک اور سپہ سالار فوج بنگیا - فروری سنہ ۱۶۴۶ء مین شاہجہان نے اسکو پانزدہ ہزاری منصب پر ممتاز کیا اور دس ہزار سوار دیکر سلسلہ کوہ ہندوکش کے شمال و مغرب کے صوبجات بلخ و بدخشان کا حاکم مقرر کر دیا کہ یہ صوبجات حال ہی مین سلطنت مغلیہ مین شامل ہوے تھے - یہ صوبے ایک زمانہ مین اکبر کے دادا بابر کی عملداری مین داخل تھے - شاہجہان کو مدت سے حوصلہ تھا کہ اپنے سوئے ہوے دعوے کو

بھر بچائے اور اپنے نامی موروث کی سلطنت پھر حاصل کرے۔ وہ
ان ہی صوبون کو سمرقند کی سلطنت قدیم کے پھر لے لینے کا زینہ
بنانا چاہتا تھا کہ سمرقند دارالسلطنت تھا اُسکے نامی وگرامی مورث
اعلی تیمور کا جسکا لقب قہر الٰہی بھی تھا۔ اب یہ سلطنت مع بلخ
اور بدخشان کے باجگزار صوبون کے ازبکون کے قبضہ مین تھی
کہ اُنپر استراخان کے خاندان کا ایک فرمانروا تھا اور اُس کا
سلسلہ بھی مثل اسکے ہندوستان والے دشمنون کے چنگیزخان
سے ملتا تھا۔ مگر ان لوگون کی سلطنت اُس طاقت کے پاسنگ
بھی نتھی جو تمرلنگ نے اپنے جانشینون کے واسطے چھوڑی تھی۔
اور ایرانی جنرل علی مردان نے شہزادۂ اصغر مراد بخش کے ساتھ
پچاس ہزار سوار اور دس ہزار پیدل و توپخانہ لیجاکر بغیر اسکے
کہ پہلے سخت لڑائی کی نوبت آئے بلخ اور اُسکے قریب کے
شہرون کو ۱۰۵۶ھ مین تسخیر کرلیا تھا۔
مگر تسخیر کرلینا تو کچھ مشکل نہ تھا۔ مشکل یہ تھی کہ اِسکو رکھا
کسطرح جائے کہ یہ ملک بہت دور دراز تھا اور اسکے اور رفقیہ

سلطنت کے بیچ میں کوہ ہندوکش کا سلسلہ حائل تھا اور جاڑے
کے دنون مین اُسپر عبور نا ممکن تھا - اور ہر وقت چالاک پہاڑی
فرقون کے حملہ کا اندیشہ رہتا تھا کیونکہ ان فرقون کے زیر کرنے
کی جس پہاڑی سرکار نے کوشش کی اُسکو سوائے نقصان کے
کوئی فائدہ نہوا - جب اورنگ زیب اپنی جائے حکومت پر پہونچا
تو تھوڑے ہی عرصہ مین اسے معلوم ہو گیا کہ یہ ملک کس قسم کا ہے
اور اسکے حامیون کا کیا رنگ ہے اور جیسا کہ ایک عقلمند سپہ سالار
کو کرنا چاہیے تھا ایسے نازک مقام سے مراجعت ہی کرنی مناسب
سمجھی - چنانچہ ازبکون کے بادشاہ سے صلح کرلی اور بلخ کا صوبہ
واپس دیکر ہندوستان واپس آنے کی تیاری شروع کردی -
اکتوبر کا مہینہ آن پہونچا تھا اور اب پہاڑون سے اُترنے مین
دیر کرنے کا وقت نہین رہ گیا تھا - باوجود اسکے کہ اورنگ زیب
نے اپنے ایرانی اور ہندوستانی مشیرون کی صلاح سے ہر طرح کی
تدابیر حفظ ما تقدم کرلی تھین اور بذات خاص اس کوچ کا نگران
تھا تاہم بڑی بڑی مصیبتین پیش آئین - پہاڑی لوگ مراجعت

گزنیوالے راجپوتونکے آگل پاس منڈلاتے رہتے تھے جو لوگ الگ پڑجاتے
تھے انکو کاٹ ڈالتے تھے اور ہر ہر قدم پر مشکلیں ڈالتے تھے۔ اسباب
کھڈون مین گرتا جاتا تھا۔ ہزارہ جات البتہ تنگ گھاٹیون سے کسیقدر طے کی
پر کچھ کچھ نظر آتے تھے۔ ہندوکش برف سے دبا ہوا تھا کہ پانچ گز
برف باری ہوئی تھی۔ غرض گھوڑون ہاتھیون اونٹون اور
باربرداری کے اور جانورون کا شمار نہین پانچہزار آدمی سردی
اور خرابی موسم کے باعث ہلاک ہوگئے۔ ایک ٹوٹی پھوٹی ہارے
کی ماری ہوئی فوج کابل تک پہونچی۔ اور شاہجہان کی شان و
عظمت بڑھانے کی بیش قیمت تدبیر نے خزانہ سے دو کرور روپیہ
زیادہ ہی زیادہ نکلوا دیے۔

اورنگزیب کو اپنی دوسری مہم مین بھی ایسی ہی ناکامی
ہوئی۔ قندھار جو شاہ ایران کے پاس تھا۔ اب سے کوئی دس
برس پہلے (۱۶۳۷ء) وہان کے قابل اور ذی حوصلہ حاکم علیمردان
نے اسکو مغلون کے حوالہ کردیا تھا۔ اور جو دغا اپنے پرانے آقا کو
دی تھی اسکو نئے آقا کی بڑی بڑی خدمتین کرکے مٹا دیا۔ یہ مقتدرین

کچھ جنگی ہی نہ تھیں بلکہ زمانۂ امن و امان کے کام بھی ایسے ہی کیے۔
مثلاً دہلی کی نہر نکالی کہ آج تک اُسی کے نام سے مشہور ہے۔ سنہ ۱۶۴۸ء
کے خاتمہ کے قریب ایرانیوں نے شہر قندھار کا محاصرہ کر لیا۔ اورنگ زیب
اور سعد اللہ علامی دستور اعظم مع راجہ جے سنگھ اور اُسکے راجپوتوں کے
مدد کے واسطے بھیجے گئے۔ سلطانیہ فوج میں ساٹھ ہزار سوار اور دس ہزار
پیدل و توپخانہ تھا۔ مگر ان لوگوں کے کابل پہونچنے سے پہلے ہی قندھار
زیر ہو چکا تھا۔ چنانچہ محاصرہ کا اہتمام کیا گیا۔ ماہ مئی ۱۶۴۹ء میں سلطان
نے اپنے مورچے کھولدیے اور نقب زیر نقب اور چھاپے اور حملے چار
مہینے تک بڑے زور شور سے ہوتے رہے۔ مگر فوج میدان میں جم کر
لڑنے کے واسطے آئی تھی کچھ محاصرہ کے واسطے تو آئی نہ تھی کہ بھاری
بھاری توپیں بھی ساتھ لاتی۔ ستمبر سر پر آگیا اور کام بہت تھوڑا ہی
ہو پایا۔ اور اب جاڑے کی آمد آمد تھی۔ اورنگ زیب ایک دفعہ جاڑے
کے موسم میں پہاڑوں میں ہو کر مراجعت کرنے کا مزہ چکھ چکا تھا
اور اب بار دیگر آزمودہ را آزمودن کی ضرورت نہ تھی۔ چنانچہ
فوج کابل چلی آئی۔

سنہ ۱۶۵۲ع کے موسم بہار مین قندھار لینے کے واسطے پھر زور لگایا گیا اور سعد اللہ علامی کے ساتھ اورنگ زیب پھر فوج بھر موج لیکر بھیجا گیا اور اب کی دفعہ ایک قلعہ شکن توپخانہ بھی ساتھ گیا جسمین آٹھ بھاری اور بیس ہلکی توپین تھین اور تین ہزار اونٹون پر گولہ بارود لدا ہوا تھا مگر سرحد مضبوط تھی اور بڑے زور شور کے ساتھ حفاظت کا سامان کیا گیا تھا۔ محاصرین کی توپون سے اچھی طرح کام نہین لیا گیا دو توپین پھٹ بھی گئین غنیم کے نکل نکل کر چھاپے مارنے اور برابر گولہ باری کرنے کے باعث انجیر لوگ ہٹ آئے۔ اور دو مہینے آٹھ دن کے بعد پھر محاصرہ اٹھا لیا گیا۔ آغاز سال آیندہ مین شہزادے داراشکوہ نے اور بھی زیادہ اہتمام کے ساتھ زور لگایا۔ مگر اسمین بھی کچھ کامیابی نہین ہوئی۔ باوجودیکہ بعض بعض توپین من من بھر کے گولے نکالتی تھین۔

افغانستان اور ہندوکش پار کی لڑائیان تاریخ ہندوستان سے متعلق نہین ہین۔ البتہ اُنسے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ پہاڑی ملکون پر کسی دور دراز مرکز سے عام اس سے کہ وہ دہلی ہو یا کلکتہ قبضہ رکھنے مین کیسی کیسی سخت شکلین پڑتی ہین۔ مگر یہ لڑائیان اورنگ زیب کے

بڑے بڑے کام آپڑین - انہین کی بدولت اسکو فوج شاہی سے کام پڑا اور
اسکو اس ملک کے بڑے بڑے سپاہیون کے سامنے اپنی بہادری
اور سپہ سالاری کے جوہر دکھلانے کا موقع ملا - یہ تو نہین سمجھنا چاہیے
کہ علی مردان اور جے سنگھ سے آزمودہ کار کمانڈرون کے ہوتے ساتھ
اور باوجود سعد اللہ کے پاس ہونے کے اورنگ زیب اعلی سالار فوج
کا رہا ہو - ضرور شروع شروع مین تو وہ سپہ سالار برائے کار نہ تھا
بلکہ برائے نام - مطلب یہ تھا کہ شہزادے کی موجودگی سے آزمودہ کار
سپہ سالارون کی شان بڑھ جائے - مگر جب وقت گزرا تو ویسے موقع
پیش آئے کہ اسکو اپنی ذاتی ہمت اور فن سپہگری کی قابلیت سے
کام لینا پڑا - سپہ سالار اسکے کامون کو دیکھکر اسکی قدر کرنے لگے اور
سپاہیون نے بھی سمجھ لیا کہ ہمارا شہزادہ اتنا ہی مستقل مزاج اور
ہمت والا ہے جتنا کہ کوئی ہندوستان کا بہتر سے بہتر افسر ہوگا -
جب ان لوگون نے دیکھا کہ ازبکون سے لڑائی ہو رہی تھی کہ نماز
کا وقت آگیا اور بادشاہ نے بہت سہولت کے ساتھ گھوڑے سے
اتر کر وہین گولیون کی بوچھار مین نماز ادا کی تو ان لوگون نے سمجھا

کہ یہ شخص کس پایہ کا ہے - اب ہر سپاہی اور مدبر کو یہ معلوم ہو گیا کہ سلطنت کے نصیب مین آیندہ چل کر جو کچھ ہونا ہوگا وہ تو ہو ہی گا مگر اورنگ زیب بھی اُسکا جزو لاینفک ہی رہیگا - جب وہ پہاڑ پر گیا ہے تو اُسکے جوہر کسی کو معلوم نہ تھے - مشہور یہ تھا کہ فقیر ہے - اور جنگی خدمات اُسنے کوئی کی نہین تھین کہ اُسکے نام لکھی ہوئی ہوتین - جب واپس آیا تو وہ سپہ سالاری کے کام مین منتخب ہو چکا تھا - آزمودہ دلیری اور استقلال کا آدمی ہو گیا تھا - اور ایسا شہزادہ تھا کہ اُسکی دانشمندی مستقل مزاجی اور راے صائب کی آزمایش مشکل لڑائیون مین ہو چکی تھی - جس طرح اُسکے بعد اور شمالی مغربی سرحد کی اکثر لڑائیون کا خاتمہ ہوا اُسی طرح یہ لڑائیان بھی ختم ہو گئین مگر ان لڑائیون نے اورنگ زیب کے ساتھ وہی کیا جو بعد مین اسٹوارٹ اور رابرٹس کے ساتھ کیا - یعنی یہ کہ جو سپہ سالار اُن لڑائیون مین تھے اُنکی جگہ ہندوستان کے سپہ سالارون کی صف اول مین کر دی - بلخ اور قندھار کے بعد شہزادے کو لوگ مان گئے کہ یہی کچھ ہونیوالا ہے -

دوسرا باب

تخت سلطنت کی لڑائی

جس شہزادہ نے افغانستان کی لڑائیون مین اسقدر قابلیت اور مستعدی دکھلائی تھی اُسکی قسمت مین آخرکار یہی لکھا تھا کہ صوبۂ دکن مین جہان ہمیشہ ہنگامے برپا ہوتے رہتے تھے حکمرانی کرے۔ ۱۶۵۵ء سے ۱۶۵۶ء تک جو کچھ اورنگزیب نے اس صوبہ مین کیا اُسکا حال آگے کے باب مین لکھا جائیگا۔ یہان اسیقدر لکھنا کافی ہے کہ گولکنڈہ اور بیجاپور کی اسلامی سلطنتون کے ساتھ جو کچھ اُسکا برتاؤ رہا اُسکے باعث اُسکی سپہ سالاری اور باتدبیر ہونیکی اور بھی زیادہ دھوم ہوگئی۔ عین کامرانی کے زمانہ مین وہ یہان سے طلب کرلیا گیا تھا تاکہ اپنی زندگی کے بنانے بگاڑنے والے کام کا سامنا کرے۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوچکا ہے ۱۶۵۷ء کے موسم خزان مین اُسکے باپ شاہجہان کے بیمار اور قریب المرگ ہونے کی خبر مشہور ہوئی۔ تاج سلطنت کیواسطے لڑنا اور عزیز و اقارب کر

شت وخون کرنا فوراً شروع ہو گیا - اور اورنگ زیب نے اس
کام مین خاص طور سے حصہ لیا - یہ کوئی لڑکون کا کھیل تو تھا ہی
نہین - چارون بھائی پوری عمر کے پختہ مزاج اور مستقل ارادون
کے آدمی تھے - اور ہر ایک کو فن جنگ اور حکمرانی ممالک کا تجربہ
حاصل تھا - باپ کو اپنا جہانگیر سے گستاخی کرنا یاد تھا اور چونکہ اسکو
بیٹون کی طرف سے خانہ جنگی اور ناخلفی کے حرکات کا اندیشہ
ہمیشہ لگا رہتا تھا اسلیے اُسنے اُنکے حسد و عناد کے کم کرنے اور
نقصان رسانی کی طاقت کو توڑ دینے کے خیال سے یہ تدبیر کی
تھی کہ سبکو ایسے صوبون کا حاکم کر دیا تھا جو ایک دوسرے سے
بہت دور دراز فاصلے پر واقع تھے - شجاع کالے کوسون پورب
مین بنگالہ کا گورنر تھا - اورنگ زیب ملک کے اُس سرے پر دکن
مین دکن کا فرمانروا تھا - مراد بخش پچھم مین تھا اور گجرات کی حکمرانی
مین مگن رہتا تھا - دارا جو سب سے بڑا تھا وہ ملتان اور کابل کا
حاکم تھا - مگر اُسکی ضرورت باپ کو اسقدر رہتی تھی کہ وہ اپنا کام
دوسرون کے سپرد کر کے دہلی آ گیا تھا اور بادشاہ کے حضور مین

حاضرباش تھا۔ پر شہزادہ بجاے نائب بادشاہ ہونے کے زیادہ تر
خودمختار فرمانروا تھا۔ بڑی بڑی مالگزاری کی رقمیں اسکے اختیار مین
تھیں اور انکو یہ لوگ اُن بڑی بڑی فوجون کی تیاری مین صرف
کرتے تھے جنکی اُس لڑائی کیواسطے ضرورت تھی جسکا تھوڑے عرصہ
بعد پیش آنا لازمی تھا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دارا پر نظر عنایت زیادہ تھی اور جون جون
بادشاہ کی عمر بڑھتی گئی اُسکے فرزند اکبر کا زور بھی بڑھتا گیا۔ قندھار
پر جو پچھلا سخت حملہ ہوا تھا اُسکے بعد شہزادہ بہت سے انعامات
شاہی سے سرفراز ہوا۔ شاہ بلند اقبال کا خطاب ملا۔ اور علاوہ
زر و جواہرات کے جنکی مالیت تین لاکھ روپیہ تھے ایک خلعت ملا
جسمین ہیرے اور موتی ٹنکے ہوے تھے اور اُسکی قیمت پچاس ہزار
روپیہ آنکی جاتی تھی۔ اور دستار کیواسطے ایک بیش بہا یاقوت
بھی عطا ہوا۔ سب سے بڑھکر یہ ہوا کہ اُسکے واسطے ایک طلائی
چوکی تخت شاہی کے نیچے بچھی تھی اور سارے خاندان شاہی میں
صرف دارا کو یہ اجازت تھی کہ بادشاہ کے سامنے بیٹھا رہے۔

درباروالون کو اِس سے زیادہ صریح کیا اشارہ اِس بات کے سمجھنے کا ہوسکتا تھا کہ شاہجہان کا منشا دارا کو اپنا جانشین کرنے کا ہے۔ جب بادشاہ اپنی خطرناک حالت کے باعث کاروبار سلطنت سے معذور ہوگیا تو دارا ہی اُسکی جگہ کام کرتا تھا۔ اور اُسی کا حق بھی تھا کہ وہی سب سے بڑا بیٹا اور وارث تخت ولی تھا۔ مگر وہ بھی یہ جانتا تھا کہ مجھے تین بھائیون سے معاملہ پڑیگا۔ اور ہر ایک فوج کثیر کا افسر اور ایک ایک صوبہ کا حاکم ہے۔ جو تدبیرین اُسنے اِس غرض سے کین کہ باپ کی حالت کی خبرین لوگون کو نہ پہونچنے پائے اُنسے ظاہر ہوتا ہے کہ اُسکو یہ خوف تھا کہ دیکھیے کاروبار سلطنت سنبھالنے کا نتیجہ میرے حق مین کیا ہوتا ہے جب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ کسی مغل بادشاہ کو بغاوت کے اندیشہ سے یہ جرأت نہوتی تھی کہ ایک دو دن کے لیے بھی دربار عام سے غیر حاضر رہے تو شاہی انتظام کی ناپائداری کیبات عجب طرح کی معلوم ہوتی ہے۔ رعایا کے اطمینان کے واسطے یہ کافی تھا کہ وہ اپنے بادشاہ کو دیکھ لین۔ اور اگر وہ نظر نہ آئے تو نتیجہ یہ نکالا جاتا تھا کہ وہ مر گیا۔ جہانگیر کو اپنی بے اعتدالی کی راتون کے بعد دن کو

وقت کسی نہ کسی طرح اپنے تئین سنبھال کر وقت مقررہ پر جھروکہ عام پر آ بیٹھنا ہوتا تھا۔ شاہجہان کے اپنی معمولی جگہہ پر (جو دربار عام کے عالیشان ایوان سے نظر آتی تھی) نہ بیٹھنے سے شبہہ ہونا لازمی تھا۔ اور باوجود دارا کے یقین دلانے کے یہ افواہ بہت جلد ہر صوبے مین پھیل گئی کہ بادشاہ نے قضا کی۔ اور ہر شخص اپنے ہتھیارون کی درستی کرنے لگا اور ہنگامے کے واسطے تیاری کرنے مین مصروف ہو گیا۔ برنیر صاحب نے اِس وحشت ناک زمانہ کی ابتری کا حال یون لکھا ہے

"مغل بادشاہ کی علالت سے اُسکی عملداری بھر مین ابتری پھیل گئی اور ہراس پیدا ہو گیا۔ دارا نے بڑی بڑی طاقتور فوجین دلّی اور آگرہ مین جمع کین کہ یہی دونون سلطنت کے بڑے شہر تھے بنگالہ مین سلطان شجاع نے اسی زور شور کے ساتھ لڑائی کی تیاریان شروع کر دین۔ اورنگ زیب نے دکن مین اور مراد بخش نے گجرات مین ایسی فوجین جمع کرنی شروع کین جنسے معلوم ہوتا تھا کہ سلطنت کے واسطے ضرور لڑینگے۔ چارون بھائیون نے اپنے اپنے مددگارون اور رفیقون کو اپنے پاس فراہم کر لیا۔ سب نے خطوط لکھے۔ بڑے بڑے

وعدے کیے۔ اور طرح طرح کی سازشین شروع کر دین۔۔۔۔ اسی عرصہ مین بادشاہ کی علالت بڑھی اور اُسکی وفات کی خبر مشہور ہوگئی سارے دربار مین ابتری پڑ گئی۔ آگرہ کی رعایا بہت ہراسان ہوگئی بہت دنون تک دوکانین بند رہین۔ اور چارون شہزادون نے کھلم کھلا یہ ارادہ ظاہر کیا کہ شمشیر ہی سے اپنے بڑے دعوون کا فیصلہ کرینگے۔ اب پیچھے ہٹنے کا وقت ہی کہان باقی تھا۔ یہی نہ تھا کہ اگر فتح پائی تو تخت ملیگا بلکہ ساتھ ہی یہ بھی مصیبت تھی کہ اگر شکست ہو تو جان سے ہاتھ دھوئین۔ اب تو یا تخت یا تختہ۔ اسکے سوا تیسری کوئی بات نہ تھی۔

دوسرا بیٹا شاہ شجاع سب سے پہلے میدان مین آیا۔ اُس نے اس بات کو شہرت دی کہ دارا نے باپ کو قید کر لیا ہے اور اپنے تئین بادشاہ مشہور کیا۔ بنگالہ کے سکہ پر اپنا نام کُھدوایا اور آگرہ پر چڑھائی کر دی۔ شاہجہان نے جلدی سے اُسکو اپنی صحت یابی کی طرف سے مطمئن کیا مگر شجاع نے اس خوشخبری کا اعتبار نہ کیا۔ قریب قریب اسی وقت مراد بخش نے احمد آباد مین اپنے نام کا سکہ جاری کیا اور

اپنے نام سے خطبہ پڑھوایا۔ اور اپنی شاہانہ مزاجی کا اظہار اسطرح پر کیا کہ فوراً شہر سورت پر حملہ کر کے وہان کے بدنصیب سوداگرون سے چھ لاکھ روپیہ وصول کر لیا۔ چارون بھائیون مین صرف اورنگ زیب نے کوئی شاہی کام اپنے سر نہین لیا۔ اُسکے دلمین چاہے جو کچھ رہا ہو مگر اُسنے اِسکا اظہار کسی سے نہین کیا۔ ممکن ہے کہ اب تک اُسے واقعات سے بیخبری رہی ہو اور اتفاق وقت کے مطابق اُسنے کام کیا ہو۔ بہرحال وہ اپنی بازی بہت ٹھہر ٹھہر کر کھیلا۔ وہ دارا کی تندمزاجی سے بھی واقف تھا۔ شجاع کی مجہول مزاجی اور کاہلی کو بھی جانتا تھا۔ اور اپنے چھوٹے بھائی کی بے فکری اور بے غم طبیعت کا حال بھی اُسے معلوم تھا۔ اُسنے ان لوگونکو بڑھنے دیا اور خود وقت کا منتظر رہا۔ یہ سنکر بھی تو اُسنے اپنا کچھ ارادہ ظاہر نہین کیا کہ دارا نے اُسکے مکان پر قبضہ کر لیا اور دہلی مین جو گماشتہ اُسکا رہتا تھا اُسے قید کر لیا۔ مگر وہ یہ ضرور جانتا ہوگا کہ میرا کوئی اور بھائی بادشاہ ہوگا تو میرے لیے موت یا قید کے سوا اور کوئی صورت نہوگی اور ممکن ہے اُسنے اپنی طبیعت تو ضرور جلدی

یکسو کرلی ہوگی - حفاظت خود اختیاری کی نظر سے یہ لازمی تھا کہ
وہ بھی دعویدار سلطنت بنے - اور جب یہ فیصلہ کر دیا تو اب یہی
دیکھنا باقی رہگیا کہ کس طرح کارروائی کیجائے - مراد بخش اور شجاع
کرے سے مزاج کے لوگ مردانہ وار اپنے شکار پر ٹوٹ پڑین تو ٹوٹ
پڑین مگر اورنگ زیب کو ہمیشہ چکر کے رستون سے چلنے مین مزہ
آتا تھا - ملکی چالون مین اسکی طبیعت بہت رسا تھی - چنانچہ اُسنے
تخت سلطنت کی طرف بھی بڑے دور دراز اور پیچدار راستون
سے قدم اٹھایا -

دارا نے فوراً اپنی حکومت جتائی - اُسنے بلا تاخیر شاہی فوجین
روانہ کردین کہ شجاع اور مراد بخش کو سزا کو پہونچائین - دسمبر
سنہ ۱۶۵۷ء مین اُسنے اپنے بیٹے سلیمان شکوہ کو راجہ جے سنگھ کی
اتالیقی مین شجاع کو زیر کرنے کیواسطے بھیجا - اور مہاراجہ جسونت سنگھ
والی مارواڑ قاسم خان کی مدد لیکر مراد بخش کی آگے بڑھتی ہوئی فوج
سے مقابل ہونے کو اس ہدایت کے ساتھ روانہ کیا گیا کہ باغی
حاکم گجرات اور اُسکے دکن والے دوراندیش بھائی مین جو

سلسلہ خبرین پہونچنے کا قائم ہوا اُسکو منقطع کردے۔ دارا کو سب سے
زیادہ اورنگ زیب کی چالون سے اندیشہ تھا۔ مگر یہ بھی ڈر لگا ہوا
تھا کہ کہین ایسا نہو شجاع دہلی مین آن پہونچے اور شاہجہاں کو گرفتار
کرلے تو پھر سلطنت کی کُنجی اُسی کے ہاتھ لگ جائے۔ اُسکے پاس
فوج اسقدر کثیر تھی کہ اُسنے اسمین کوئی خطرہ نہ سمجھا کہ اسطرح اُسکی
تقسیم کردے۔ اسکے حق مین بہتر یہی ہوتا کہ شجاع کو رہنے دیتا اور
اپنا سارا زور اورنگ زیب کے توڑنے مین صرف کرتا۔ شجاع
واقعی بہت آسانی کے ساتھ ہٹا دیا گیا۔ جے سنگھ بنارس کے پاس
اُسکے لشکر مین بیخبری کی حالت مین جا پہونچا اور قبل طلوع آفتاب
حملہ کردیا کہ اُسوقت تک رنگیلے شہزادہ کا شراب کا خمار بھی دور
نہین ہوا تھا۔ مختصر سی لڑائی کے بعد باغی بھاگ نکلے اور تحیر
شہزادہ جو ابھی پورے طور پر بیدار بھی نہونے پایا تھا ایسی جلدی
مین بھاگا کہ سارا لشکر خزانہ توپخانہ اور سامان حرب دارا کے
افسرون کے ہاتھ مین چھوڑ گیا۔ تعاقب بھی برائے نام ہی کیا گیا
کیونکہ شاہجہان نے تاکید کردی تھی کہ جہان تک ہوسکے بیٹے خیر سے

باغی لڑکے کے ساتھ بہت نرمی سے کام لیتا۔

اسی عرصہ مین اورنگ زیب اپنی اِس حکمت عملی پر چلا کہ دوسرے
کی آڑ مین شکار کھیلے۔ اُسنے مراد بخش کو تسخیر سورت کی مبارکباد
لکھی اور یہ بھی تحریر کیا کہ دین تمنے ہمارے بیوفا بھائی کی شرمناک
اور ناحق کوشی کی حرکتون کی مخالفت مین چاہے جو کچھ ارادہ
کیا ہو مجھے اپنا دلی رفیق سمجھو۔ قبلہ گاہی ہنوز بقید حیات ہین لہٰذا
ہم دونون پر فرض ہے کہ اُنکی مدد کرین اور منحرف ظالم کو اُسکی
سزا کو پہونچائین۔ اُس خط مین اورنگ زیب نے اپنے جوش
مذہبی کے باعث اس قسم کے بھی اشارے کیے تھے کہ جب امن
ہو جائے تو اس خبیث نفس بھائی کو راہ راست پر لا کر حج کے
واسطے مکہ بھیجدینا چاہیے۔ اُسنے صلاح دی کہ فی الفور اُس مغرور
کافر جسونت سنگھ کے مقابلہ مین چڑھائی کردینی چاہیے اور وعدہ
کیا کہ مین بھی نربدا کے شمال مین گجرات کی فوج سے آن ملونگا
خط کے خاتمہ پر یہ بھی لکھدیا کہ مین اس معاہدہ پر قرآن مجید کی
ضمانت دیتا ہون۔ اور سب سے بڑھکر یہ کیا کہ ایک لاکھ روپیہ

بطور اپنے خلوص نیت کے زر ضمانت کے بھیجدیا۔ اورنگ زیب کو جو
مملکت عملی کی طرف تحریک ہوئی وہ علاوہ ذاتی حوصلہ مندی کے
شاید اس خیال سے بھی ہوئی کہ اسکو دارا سے نفرت تھی اور اُسکے
ظلم سے ڈرتا تھا۔ بڑے شہزادہ نے شاہجہان سے رسوخ پا کر اورنگ زیب
کے دکن کے منصوبون کو خاک مین ملا دیا تھا۔ اُسکے اختیارات محدود
کرا دیے تھے۔ جو لڑائیان اُسنے کین اُنکو مسترد کرا دیا اور ایرانی سردار
میر جملہ کو کہ پہلے شاہ گولکنڈہ کا ایک معزز افسر تھا فوج دکن کا افسر
اعلی مقرر کرا دیا۔ اورنگ زیب کی خوش قسمتی سے یہ امیر بالکل اُسکا
طرفدار نکلا اور شہزادہ کو اجازت دیدی کہ دکن کی ساری فوج لیکر شاہی
فوج کے مقابلہ مین چڑھائی کرے۔

آخر مارچ ۱۶۵۸ء مین اورنگ زیب برہانپور سے دارالسلطنت کی
جانب روانہ ہوا۔ نربدا کے قریب چھوٹا بھائی بھی ملگیا۔ ماہ اپریل کے
خاتمہ پر افواج متفقہ اُجین کی عملداری مین دھرمات پور کے قریب
فوج غنیم کے پاس پہونچ گئین۔ علیل بادشاہ نے آگرہ سے اورنگ زیب
کو پیام پر پیام بھیجنے شروع کیے کہ اب ہمکو افاقہ ہے تمکو لازم ہے کہ اپنی

دکن کی حکومت پر واپس چلیجاؤ۔ گر دونون بھائی خوب سمجھتے تھے کہ اب واپس جانے کا وقت باقی نہین رہا۔ انھون نے بہانہ یہ کیا (یا شاید یہی انھین یقین ہوا ہو) کہ دارا نے جہان پناہ کی طرف سے جعلی خط بنائے ہین اور یا تو قبلۂ دوجہان انتقال فرما چکے ہین یا قریب المرگ ہین۔ ہمارا ارادہ یہی ہے کہ اگر ممدوح ہنوز زندہ ہین تو انکی قدمبوسی حاصل کرین اور انکو ظالم منحرف کے ظلم سے نجات دین۔ چنانچہ اسی ارادہ کے مطابق (اور ممکن ہے کہ یہ ارادہ سچا رہا ہو) اورنگ زیب نے ایک طرار برہمن کی معرفت مہاراجہ جسونت سنگھ کے پاس یہ پیام بھیجا کہ مین اپنے باپ سے ملنا چاہتا ہون- مین لڑائی نہین کرنی چاہتا- یا تو میرے ساتھ چلو یا میرے راستے سے الگ رہو تاکہ خونریزی نہونے پائے"۔ راجپوت نے گستاخی کا جواب بھیجا اور دونون طرف جنگ کی تیاریان ہونے لگین۔

۲۵- اپریل کی لڑائی کیحالات مین بہت کچھ اختلاف ہے۔ ظاہر ہے کہ شاہجہان کے لیت ولعل اور شاید اورنگ زیب کے وعدون اور رشوتون کی وجہ سے سپہ سالارون کی رایون مین تفرقہ پڑگیا تھا۔

بعض تو یہ صلاح دیتے تھے کہ دارا کے غضبناک احکام کی تعمیل کرنی
چاہیے اور باغیوں کو نیست و نابود کر دینا چاہیے۔ اور بعض اُسکے
باپ کے اِس حکم کو مانتے تھے کہ گمراہ شہزادوں سے بلا مُت بھیش آ[illegible]
اگر جسونت سنگھ نے اُسیوقت حملہ کر دیا ہوتا جسوقت اورنگ زیب
نربدا کے سامنے والے کنارے پر پہونچا ہے تو سلطنت مغلیہ کا رنگ ہی
کچھ اور ہو گیا ہوتا۔ دارا بادشاہ ہو کر چھوٹا اکبر ہوتا۔ ہندؤوں کا زور
ہندوستان میں بڑھ جاتا۔ سلطنت ہو جاتی متفقہ اور اُسکے سردار
ہوتے راجپوت راجہ تو پھر انگریز تاجروں کے حملوں کا مقابلہ بھی بہت
سخت ہوتا۔ مگر شاہجہان نے اپنی کمزوری سے یہ چاہا کہ دارا کی
وضعداری کے مقابلہ میں اورنگ زیب کو کہ اعلیٰ درجہ کا قابل ہے
بہلا پھسلا کر ٹھیک کرے اور فوج کو یہ حکم دیا کہ حضرت دریا کو نہ
عبور نہ کرنے دینا۔ یہ نہ کرنا کہ خود عبور کر کے جاؤ اور حملہ کرو۔ اسطرح
غنیم کو دو دن کا قیمتی وقت ملگیا اور اپنی بچی کچی فوجین جمع کر لیں
جب مراد بخش گھوڑے پر سوار ہو کر تیروں اور نیزوں کی سخت بوچھار
میں دریا اُترا اور ساری طاقت دکن کی اُسکے پیچھے چلی اور فوج شاہی

سے جا بھڑی تو اسکا صدمہ سنبھالے نہ سنبھلا - قاسم خان اور اُسکے
مسلمان سپاہی دغا دیکر میدان سے بھاگ کھڑے ہوے یا یون
کہیے کہ مصلحت وقت دیکھکر سامنے سے ٹل گئے - راجپوت بڑی مردانگی
سے لڑتے رہے حتی کہ آٹھ ہزار مین سے صرف چھ سو آدمی باقی رہگئے
یہ باقیماندہ جوان بھی زخمی اور دل شکستہ اپنے راجہ کے پیچھے پیچھے
اُسکے ریگستانی قلعہ مارواڑ کو چلے گئے - وہان راجہ کو بڑے سخت
طعنے ملے - اُسکی عالی دماغ رانی نے محل کے پھاٹک بند کرا دیے اور
کہا کہ جو آدمی اسقدر ذلیل ہو اُسکا میرے محل مین کچھ کام نہین -
"مین اُسکو اپنا شوہر نہین مانتی - اب مین اُسکا منھ نہ دیکھونگی -
اگر وہ فتح نہین کر سکا تو وہین مرجانا چاہیے تھا" یہ تھا سچا راجپوتی
جوش - اب رہی یہ بات کہ آخر کار رانی نے پھر اپنے شوہر سے میل
کر لیا سو یہ اسکی دلیل ہے کہ ہر چند کہ رانی چتوڑ کے مغرور گھرانے کی
بیٹی تھی مگر ہزار کچھ ہو پھر بھی عورت ہی تھی -

دار السلطنت مغلیہ مین تلاطم مچا ہوا تھا - طرح طرح کی تجویزین
پیش ہوتی تھین اور نا منظور ہوتی تھین - شاہجہان چاہتا تھا کہ خود

اپنی فوج لیکر باغیون کے مقابلہ کو جاتے - اور اگر کہین اُسنے ایسا
کیا ہوتا تو نتیجہ کچھ کا کچھ ہو جاتا - پھر اُسکے بیٹون کی یہ مجال نہوتی
کہ اُسپر حملہ کرین کیونکہ انکو یہ بھی تو اندیشہ ہوتا کہ ایسا نہو کہ ہماری
فوج والے ہمکو چھوڑ کر اپنے برادر عزیز بادشاہ کے جھنڈے کے
نیچے جا کھڑے ہون - مگر دارا کو تو جسونت سنگھ کی شکست یابی
کا غصہ بھرا ہوا تھا - وہ ٹھان چکا تھا کہ اِس داغ ذلت کو ایسی
فتح سے مٹاؤنگا جس سے میرا نام خوب روشن ہو جاوے - وہ
اِس کامیابی مین کسی دوسرے کو شریک بھی نہین کرنا چاہتا تھا
اُسنے اسکا بھی انتظار نہ کیا کہ اُسکا بیٹا سلیمان شکوہ اور بنگالہ کی
فتحمند فوج واپس آجاوے کہ کہین ایسا نہو کہ میری اس مہم مین
ایک اور حوصلہ مند شریک پیدا ہو جاوے - اُسکو تو اپنے نام کی
پڑی تھی - اسکی مثال بالکل ایسی ہی تھی جیسے ریمیسیز کی کہ اُسنے
کرنک کے بڑے ستونون پر یہ عبارت کندہ کرائی تھی کہ شہزادے
اور فوجی افسر میرے ساتھ لڑائی مین شریک نہین ہوے - مگر مین نے
اپنے ہی بھروسے پر لڑائی کی - مین نے مختلف قومون کے ہزارون

یوں انکو مار بھگایا - اور میں آپکے لیے کہا اکیلا۔ مگر اسکے علاوہ اور بھی وجوہ دارا کے حملہ مین جلدی کرنے کی تھین - غنیم بڑی بڑی منزلین طے کرکے تھک گئے تھے اور ابھی تک چمبل پار نہین اُترنے پائے تھے - اور شاہی فوج اس کام کے لیے بہت کافی و وافی تھی کہ جب تھکے ماندے حملہ آور دریا اُترنے مین تیز پانی سے زور مار رہے ہوں اُسوقت اُنکا خاتمہ کر دے - اسکے علاوہ جون جون دیر ہوتی جاتی تھی غنیم کے دل بڑھتے جاتے تھے - اور یہی موقع تھا کہ شاہجہان بھی اب چالون سے کام لے - اگر اسوقت نہ مارا تو پھر مارنے کی نوبت ہی نہین آئیگی -

بادشاہ بہت کمزور تھا بیٹے کی ضد ماننی ہی پڑی - آنکھوں مین آنسو بھر لایا اور اسکو جانے کی رضا دی - اسکا منع کرنا بھی فضول ہی ہوتا - فوج دارا کے حکم مین تھی اور اُسکی سخت مزاجی کا حال سب کو معلوم تھا پھر کسکی یہ مجال ہو سکتی تھی کہ اُسکے حکم سے عدول کرے - کم سے کم شمار جو اُسکی فوج کا ہوا ہے وہ یہ ہے - ایک لاکھ سوار - بیس ہزار پیدل - اسی توپ - مگر اس سخت [illegible]

ہر دلعزیز ہونے اور مذہبی جوش والے شہزادے کی خوش تقدیری
کے اعتقاد کے بڑھجانے کے باعث لشکر مین نمکحرام بہت ہو گئے
تھے۔ اورنگ زیب کھلے خزانے بڑے فخر سے کہتا تھا کہ غنیم کے
ساتھ میرے تیس ہزار رفیق ہین اور نتیجہ جو کچھ ہوا اُس سے یہ
ضرور ثابت ہو گیا کہ فوج مین بہت سے لوگ مذبذب طبیعت کے
تھے۔ پیشین گوئیان کرنے والے اُداس سے تھے۔ کوئی یہ نہ
کہتا تھا کہ ولیعہد کی فتح ہو گی۔ اور اُسکی فوج والون کے وہ
جوش ہی نہ تھے جو اُن سپاہیون کے ہوتے ہین جو فتح کرنے کے
واسطے جاتے ہین۔

دارا نے ان بدشگونیون کی مطلق پروا نہ کی۔ اُسکو تو اپنا نام
روشن کرنے کی دھن تھی کیونکہ قندھار مین نام کرنے کی کوشش
کر کے ناکام ہو چکا تھا۔ چنانچہ بڑی شان و شوکت کے ساتھ
فوج لیکر مقابلہ کو نکلا۔ چمبل پہونچکر معلوم ہوا کہ اورنگ زیب چکمہ
دے گیا اور باوجودیکہ بادشاہی پہرے چوکیان لگی ہوئی تھین
وہ دوسری جون کو دریا اتر ہی گیا۔ ساتوین تاریخ کو سموگڑھ

اور جسکا نام فتح آباد کے نام سے موسوم ہوا ہے یہان دونون فوجین ایک دوسری کی نظر کے سامنے آگئین۔ ایک آدھ دن تو دیکھ بھال ہی ہوتی رہی۔ گرمی ایسی سخت تھی کہ ہندوستان کے میدانون کے سوائے اور کہین نہین پڑتی۔ پوری پوری اگرہ کی گرمی تھی۔ اور بھاری بھاری ہتھیارون سے مسلح سپاہی غش کھا کھا کر گرتے تھے اور مرتے تھے۔ یہ جو وقفہ ہوا اسمین بادشاہ کے خطوط پہونچے کہ بنگال کی فوج قریب پہونچگئی ہے دارا کو چاہیے کہ اس کمک کا انتظام کرے۔ اُسنے اپنے مزاج کے موافق جواب لکھا کہ تین دن کے اندر ہی انور بدادران بمیر کو دست و پابستہ حضور مین حاضر کرتا ہون کہ اپنے کردار کی سزا حضور سے پائین۔

فارسی استعارات پسند ہون تو یہی کہ آفتاب عالمتاب تاجدار زرین کلاہ شمشیر ظفر پیکر لگائے ہوئے اپنی خوابگاہ خاوری سے برآمد ہوکر نور افشان ہوا اور شاہ انجم سپاہ غرفہ اُفق مین در آیا ورنہ سیدھی سادی عبارت یہ ہے کہ صبح سویرے اورنگ زیب نے اپنے جوانون کے پرے جما لیے۔ قلب

اپنے تحت مین رکھا۔ باٸین پہلو پر مراد بخش کو متعین کیا اور دراست پر
بہادر خان کو اور اپنے بیٹے کو ہراول کے ساتھ بھیجدیا۔ اور توپخانہ
سے کہ حسب دستور آگے رہا کرتا تھا کام لینا شروع کرے۔ دارا نے
بھی اس عرصہ مین اپنی فوج اسی طرح جماٸی۔ توپخانہ آگے گیا۔ توپون
مین زنجیرین لگوا دین کہ غنیم کے سوار ادھر نہ گھس آٸین۔ بڑی توپون
پیچھے ہی توپ خانہ کے اونٹون کی قطار تھی کہ انپر ہلکی توپین تھین جنپر چمڑا چڑھا
ہوا تھا اور شتر سوار زنبورکین چلاتے تھے۔ انکے پیچھے پیدل بندوقچی
تھے حسب معمول زیادہ حصہ فوج کا سوارون کا تھا جو تلوارون اور
نیزون اور تیرون سے مسلح تھے۔ مغلون اور ایرانیون کو تیر پسند
تھے۔ اور راجپوتون کا خاص ہتھیار برچھا تھا۔ خلیل اللہ خان داہنے
بازو پر تھا۔ رستم خان باٸین پر اور دارا بذات خاص قلب مین تھا۔
مغلی طریقہ کے مطابق لڑاٸی پہلے توپخانہ سے شروع ہوٸی۔
توپین سر ہوٸین۔ چرخیان اور گولے غنیم کے لشکر مین پھینکے گٸے تاکہ
ہاتھی گھوڑے بھڑکین اور بھاگڑ مچے۔ پھر پیدل بندوقچیون نے اپنی
بھدی بھدی توڑہ دار بندوقین چلانی شروع کین اندر حصے سے

[illegible] ن کے تیر اس طرح سرزمین پر لگے اور پرند گر ہلانے لگے۔ دارا نے اپنی
ہراول فوج اپنے بیٹے سپہر شکوہ کے تحت مین رکھی تھی۔ یہ فوج بڑھی اور
خلیل اللہ خان کے مورچون مین در آئی۔ سپہر بایان بازو اورنگ زیب
کے اسکا بازو پر ٹوٹ پڑا۔ اورنگ زیب کی فوج ڈگمگائی۔ قریب
تھا کہ بھاگ نکلے کہ عین موقع پر قلب کی طرف سے کمک پہونچ گئی۔
جس سے دو طرفہ رن پڑ گیا۔ دارا نے جو ایک اونچے خوبصورت ہاتھی پر
سوار ہونے کے باعث گھوڑے کے سواروں سے اونچا تھا اپنے
قلب کے سواروں کو لیکر اورنگ زیب کے قلب کی طرف حرکت
کی۔ اور نقصان عظیم پہونچا کر غنیم کی توپین لے لین اور اونٹون کی
قطارون اور پیدلون کو تباہ کر دیا۔ جب سوار سوارون سے لڑائی
ہونے لگی تو پورا زلزلہ آ گیا۔ کوئی مغل شہزادہ ہنوز سفید پرون کی
شکست سے واقف نہ تھا۔ دارا نے اپنے شہسوارون کی اعلی درجہ کی
دلیری دکھلائی۔ جب دارا کے سوارون نے دکن کے سوارون پر
تیر اتنے چلائے کہ اپنے ترکش خالی کر دیے تو شہزادہ اور سپاہ دونون
نے تلوارین سونت لین اور دست بدست لڑنے لگے یہانتک کہ غنیم

ہٹنے اور بھاگنے لگے۔

یہی لڑائی کا نازک وقت تھا۔ اورنگ زیب کی شکست ہوا چاہتی تھی۔ اُسکے رسالہ کا چھوٹا پسپا ہو چکا تھا اور اب ہزار سے بھی کم جوان اُسکے ساتھ رہگئے تھے اور وہ دارا کے حملہ کا منتظر کھڑا ہوا تھا۔ ہمت کی آزمائش اس سے زیادہ سخت اور کیا ہوگی۔ مگر اورنگ زیب کی ہمت فولاد کی بنی ہوئی تھی۔ اُسنے پکار کر کہا "یارو دل نہ ہارو۔ ہمارا تو خدا ہے۔ لڑائی کی ہمکو کیا امید۔ کیا تم نہیں جانتے کہ دکن کہاں ہے۔ بس ہے۔ خدا ہے" پھر اُسنے حکم دیا کہ میرے ہاتھی کے پاؤں زنجیروں سے جکڑ دو۔ تاکہ بھاگنے کی کوئی صورت ہی نہ رہ جائے۔ اس حکم کا دینا تھا کہ جو تھوڑے بہت سو بچے اُسکے پاس باقی رہگئے تھے اُنکی جاتی ہوئی ہمت پھر عود کر آئی۔

حسن اتفاق سے اسی موقع پر دارا کو دوسری طرف حملہ کرنے کی ضرورت آن پڑی۔ غنیم کے داہنے بازو نے جو اُسکے بائیں کو ہٹایا تو وہ اورنگ زیب کو چھوڑ کر اُسکو سنبھالنے کے واسطے بڑھا۔ بس یہی [illegible] ہوگئی۔ اور تقدیر سے جو ایسا عمدہ موقع ملگیا تھا وہ ہاتھ سے نکل گیا۔

اسی درمیان میں مراد بخش دارا کے داہنے بازو سے بھی سرگرمی
سے لڑتا رہا وہ شیر ببر کی طرح لڑ رہا تھا اور دھوان دھار خونریزی ہو رہی
تھی تین ہزار ازبک اسکے خون سے لال ہاتھی پر ٹوٹ پڑے اور
تیر و تبر اور برچھوں کی ایسی بوچھار ہوئی کہ ہاتھی ڈرا اور بھاگنا چاہا۔
مغلی ہمت پھر جوش میں آئی۔ فوراً ہاتھی کے پاؤن میں زنجیر ڈالدی گئی
رن تیلاسی بہادر قوم کا راجہ رام سنگھ اپنے راجپوتوں کو لیکر پہونچا
اور پکار کر کہا کہ "تو دارا شکوہ کے مقابلہ میں تخت کا دعویدار ہے"
اور شہزادہ پر برچھا چلا کر ہاتھی کی رسیاں کاٹنے لگا۔ شہزادہ زخمی
ہو چکا تھا اور ہر طرف سے بلائین نازل ہو رہی تھیں تاہم اسنے اپنے
چھوٹے بچہ پر کہ وہ ہودج میں بیٹھا ہوا تھا اپنی ڈھال کی آڑ کر دی
اور راجہ کے ایسی گولی ماری کہ وہین ٹھنڈا ہو گیا۔ راجپوتوں کی زرد
وردیاں پہنے ہوئے اور ہلدی میں رنگے ہوئے کشتوں کے ہاتھی کے
پاؤن کے پاس ڈھیر لگے ہوئے تھے اور "زمین کشت زعفران کی طرح
زرد ہو گئی تھی"۔ اسی میدان میں دوسری طرف راجہ روپ سنگھ اپنے
[illegible] سے کود پڑا اور اپنی "جان سے ہاتھ دھو کر" مغلوں میں جا گھسا

اور ہاتھی کے پیچھے پہونچکر اورنگ زیب کے ہودے کی رسیاں کاٹنے
لگا۔ اورنگ زیب کو اپنی ہی طرف والوں کا سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا
کہ یہ جان بکف حملہ اور بھی ستم ہوا۔ پھر بھی اورنگ زیب کو اتنی مہلت
ملی کہ اُسنے اس دلیرانہ کوشش کی دل سے داد دی اور اپنی فوج والوں
کو حکم دیا کہ خبردار اس راٹھور کو زندہ ہی گرفتار کرنا۔ مگر افسوس اتنی مہلت
کہاں تھی۔

ایک شہزادہ کی مستقل مزاجی اور ہمت اور دوسری غضبناک
شجاعت سے دارا کی فوج والے گھبرا گئے۔ راجپوتوں کے کشتوں کے
انبار لگے ہوئے تھے بہت سے سردار کام آچکے تھے۔ اور اب بادشاہی
فوج کے بائیں بازو کا کمانڈر رستم اپنے سپاہیوں کا دل بڑھا رہا تھا کہ
ایک دفعہ اور زور لگا کر حملہ کردو۔ ابھی تک آگرہ ہی والی فوج کا
پلّہ بھاری تھا اور اورنگ زیب اور مراد بخش بے طرح راجپوتوں میں
گھرے ہوئے تھے۔ یہ لوگ بھنگ کی ترنگ میں پاگل بنے ہوئے
تھے اور اپنے سرداروں کے مارے جانے سے اور بھی کھسیانے ہو گئے
تھے۔ مگر ذرا سی کوئی بات ہوتی اور پلہ ادھر سے اودھر جھک جاتا۔ دارا ہمیشہ کا

بد نصیب تھا کہ جب تقدیر نے دغا دی تو اسی کو دی۔ اس نازک وقت
مین اُسنے ایسی غضب کی غلطی کی کہ اس سے زیادہ فاش غلطی کسی
ہندوستانی سپہ سالار سے نہوتی۔ ساری فوج اُسکے اونچے ہاتھی کو فتح کا
جھنڈا سمجھتی تھی۔ پھر بھی ایسے وقت مین کہ میدان اُسکے ہاتھ آہی چکا تھا
اُسکو ہاتھی سے اترنا بھی ضروری ہوا شاید وہ اُس چرخی سے ڈر گیا جو عین وقت
اُسکے ہودہ مین آگر لگی تھی یا خلیل اللہ کی دغابازی کی صلاح پر عمل کیا
یہ وہی خلیل اللہ ہے جسکے تحت مین فوج کا داہنا بازو تھا اور جو یہ سمجھکر کہ
مین فوج احتیاطی کی طرح ضرورت کیوقت کے لیے الگ کر دیا گیا ہون
اپنے تیس ہزار مغل کو لیے ہوے کھڑا لڑائی کا تماشہ دیکھتا رہا اور انگلی تک
نہ ہلائی۔ بہرحال وجہ کیا ہے جو کچھ ہوئی ہو غرض یہ ہے کہ دارا ہاتھی سے
اُتر پڑا۔ مراد بخش اب تک اپنے عالیشان ہاتھی پر ڈٹا ہوا تھا اور اُسکے
ہودہ پر اتنے تیر آکر لگے تھے کہ بالکل یہ قطع ہو گئی تھی جیسے کوئی خارپشت
اپنے خار نکالے ہوے بیٹھا ہو۔ وہ برابر وار پر وار کرتا تھا اور تیر پر تیر
چلاتا تھا۔ اورنگ زیب بھی اُن راجپوتون کے اوپر دکھلائی دیتا تھا
جو اُسکے ہاتھی کے نیچے دست بدست لڑ رہے تھے۔ مگر دارا کا کہین پتہ تھا

کامران جلد نجف کی بہت کچھ سفارش کی تھی اور شاہجہان نے پدرانہ شفقت
کر کے خطا بخشی بھی کر دی تھی۔ اور اپنے فتحیاب بیٹے کو ایک تلوار بھی
بھیجی تھی جس پر اُسکا مبارک نام عالمگیر کھدا ہوا تھا۔ راجہ جے سنگھ جو فوج
لیکر شجاع کے مقابلہ مین گیا تھا اور اُسکو بنگالہ بھگا چکا تھا اوراُسکی شکست
کی خبر سنکر فوراً اورنگ زیب سے ملگیا۔ مہاراجہ جسونت سنگھ نے بھی اپنے
منھ کی سیاہی چھپاکر راجہ جے سنگھ کی تقلید کی اور اورنگ زیب کی
اطاعت قبول کرلی۔

جب مدد کا اتنا سہارا ہوگیا تو اورنگ زیب اپنے سب سے خطرناک
رقیب کی طرف متوجہ ہوا۔ اور وہ رقیب کون۔ شاہجہان۔ کہ ہنوز
ہر دل عزیز تھا۔ دارا کئی سو سوار لیکر بھاگ چکا تھا۔ باپ نے پانچہزار
سوار اور کچھ روپیہ اُسکی مدد کے واسطے بھیجدیا۔ یہ بات اظہر من الشمس
تھی کہ بادشاہ نے دوراندیش فاتح کی آنکھون مین خاک ڈالنے کو
چاہا ہے جو کچھ لکھا ہو اُسکو ہمدردی اب تک اپنے مغلوب بیٹے ہی کے
ساتھ تھی۔ اورنگ زیب نے دھوکہ نہ کھایا۔ اُسنے اپنے باپ کے
مزاج کا اچھی طرح اندازہ کرلیا تھا اور اُسے دوسرا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔

شاہجہان سے بڑی چوک یہ ہوئی کہ وہ اِس سے باز رہا کہ دارا کی فوج
کا سالار بنکر دونون فوجون کو اطاعت پر مجبور کرتا کہ سب فوجین
اُسوقت تک بادشاہ کے ساتھ وفاداری پر کمر بستہ تھین - دوسری
چوک اُس سے یہ ہوئی کہ اِس سے غافل رہا کہ پورے شاہی جلوس
کے ساتھ سردارون اور ہمراہیون کو لیکر میدان فتح مین آتا اور اپنے
فاتح لڑکون کو اطاعت پسرانہ کے واسطے مجبور کرتا - عشرت پرست
بڈھے نے موقعے ہاتھ سے کھو دیے اور اپنی طبیعت کی کمزوری دکھلا
دی - ایسے شخص کو پھر تخت سلطنت پر بٹھا دینے کے یہی معنی تھے کہ
دارا واپس بلا لیا جائے اور پھر وہی سخت خطرناک خانہ جنگیان شروع
ہو جائین - اورنگ زیب کو اُسکی وفادار بہن روشن آرا نے سمجھا دیا
تھا کہ بادشاہ سے میل رکھنا یا ملاقات کے واسطے اُسکے محل مین جانا
گویا خود شاہی فوج والون سے یا حرم سرا کی موٹی موٹی اور مضبوط
حبشنون سے اپنے قتل کی درخواست کرنا ہے - بس اب ایک ہی
رستہ باقی تھا وہ یہ کہ کمزور بادشاہ کو قید کر لیا جائے - شاہجہان نے
جو جال اپنے بیٹے کو پھانس کر تباہ کرنے کے واسطے بچھایا تھا اُسمین

ندھا بادشاہ خود قید ہو گیا - بجاے اسکے کہ اورنگ زیب آئے اور
قتل ہو اُسکا بیٹا محمد ۱۸ جون ۱۶۵۸ء کو قلعہ مین داخل ہوا اور
نگاہ رکھنے والون پر غالب آکر محل کو زندان بنا دیا - اورنگ زیب نے
انتہاے مصلحت بینی سے یہ بات بنائی کہ یہ قید محض عارضی ہے
اور مجھے امید ہے کہ جب دارا کی سازشین فرو ہو جاینگی تو مین اپنے
باپ کو پھر بر سر سلطنت دیکھونگا - مگر یہ سب کہنے کی باتین تھین اور
منشا یہ تھا کہ رعایا مین اپنے ہر دلعزیز بادشاہ کے قید ہو جانے سے
ناراضی نہ پھیلے - اور حق یہ ہے کہ رعایا بھی بہت جلد اورنگ زیب
سے رضامند ہو گئی - شاہجہان کی زندگی کے جو سات برس باقی
رہ گئے تھے جنمین اسکو کبھی آگرہ کے قلعہ سے نکلنا نصیب نہوا -
شروع شروع مین کچھ سخت سخت مراسلت سے قیدی اور اسکے محافظ
مین کچھ بگاڑ بڑھ گیا اور شاہجہان نے یہ سخت کمینہ پن کی حرکت
کی کہ شاہزادہ محمد کو بھڑکا کر باپ سے مقابلہ کرنے پر آمادہ کیا - مگر
شہزادہ اورنگ زیب سے بخوبی واقف تھا اور اسکو اپنے دادا پر
پورا بھروسہ نہ تھا اسلیے یہ کوشش کارگر نہوئی - اسکے بعد شاہجہان

رفتہ رفتہ اپنی قید کا عادی ہو گیا اور اورنگ زیب نے بھی جہان تک
بن پڑا اُسکی تکلیف کے کم کرنے کی کوشش کی۔ جو جو شوق اُسکی ہوا پرست
طبیعت کو تھے وہ سب پورے کیے جاتے تھے۔ بیشمار تحائف آتے
رہتے تھے اور تفریح کے جو شغل اُسکو پسند تھے وہ سب مہیا ہوتے تھے۔
اُسکی بیٹی بیگم صاحبہ مع اپنی بیشمار خواصون کے اُسکے ساتھ رہتی تھی۔
بڑے بڑے ہوشیار رکابدار اُسکے واسطے کھانا پکاتے تھے اور کنچنیون اور
ناچنے گانے والیون کے برابر جلسے ہوتے تھے۔ مثل اور بہت سے بڈھے
عیاشون کے بادشاہ کبھی کبھی انتہا درجہ کا متقی بھی بنجاتا تھا اور ملا لوگ
حاضر ہو کر اُسکے سامنے قراءت کے ساتھ قرآن مجید سُناتے تھے۔ برنیر
نے (جسکو اورنگ زیب سے نفرت تھی) لکھا ہے کہ جو ادب اور مراعات
اورنگ زیب نے اپنے قیدی باپ کے ساتھ ملحوظ رکھے وہ قابل تقلید
تھے۔ وہ اُس سے اسطرح صلاح لیا کرتا تھا جیسے کوئی ارادتمند مرید اپنے
پیر سے استفادہ کرے اور سوائے آزاد کر دینے کے بادشاہ کی اور کوئی
خواہش ایسی نہ تھی جسکو وہ پورا نہ کرتا ہو۔ ان دونون مین کچھ میل بھی
ہو گیا تھا اور باپ نے بیٹے کا قصور معاف کرکے دعا بھی دی تھی۔ مگر

دونون کبھی ملنے نہین پائے۔ شاہجہان نے آخر ۱۶۶۶ء مین ۷۶ برس
کی عمر مین وفات پائی*۔ اورنگ زیب فاتحہ پڑھنے کے واسطے فوراً آگرہ
آیا اور نعش کو خوشنما روضہ تاج محل کے پاس کہ یہ روضہ بادشاہ مرحوم نے
اپنی بی بی کی یادگار مین تعمیر کرایا تھا ایک مقبرہ مین دفن کرایا۔

بڑی شہزادی کو جسنے دخترانہ سعادتمندی سے بڑھی ہوئی الفت
کے ساتھ قید مین باپ کا ساتھ دیا تھا اجازت ہوگئی کہ پورے اعزاز
و احترام کے ساتھ اپنی شان و شوکت قائم رکھے اور جس بھائی کی وہ ہمیشہ
مخالفت کرتی رہی تھی اُسنے اسکو بالکل تنگ نہین کیا۔ وہ ۶۷ برس
کی ہو کر بن بیاہی مری اُسکے گذشتہ حسن کی شہرت اس زمانہ تک تازہ ہے۔

* مانیز دمیلو صاحب کا یہ قصہ بالکل بے بنیاد ہے کہ اورنگ زیب نے بادشاہ کو
زہر دیا۔ البتہ کافرد صاحب نے اسکا کچھ اشارہ کیا ہے مگر انکی شہادت کسیطرح
اعتبار کے قابل نہین۔ یہ بات سمجھ مین نہین آتی کہ جب کہ دمیلو صاحب کے بیان سے
معلوم ہوتا ہے سال بھر سے زیادہ عرصہ تک بادشاہ کی موت کا حال راز سربستہ
رہ سکے۔ نہ یہ سمجھ مین آتا ہے کہ جو قتل پولٹکل مصلحت سے عین ضروری تھا اُسکے
واسطے اورنگ زیب چھ برس تک کیون انتظار کرتا رہتا۔

اسکی قبر ایک ولی اللہ کی اور ایک شاعر کی قبر کے پاس جس جالیون اور
سنگ مرمر کے احاطہ مین ہے جو چونسٹھ کھمبے کے پاس دہلی کی فصیل کے باہر
واقع ہے۔ مگر صرف ایک شفاعت سنگ مرمر کے ٹکڑے سے اور گیاہ سبزہ
جسمین بہت اعتقاد کے ساتھ پانی دیا جاتا ہے شہزادی کا مزار پہچانا جاتا
ہے۔ اسکی وصیت تھی کہ سبزہ سے آرام کرنے کی جگہ کو کوئی بیش قیمت
شاہانہ نہ لگانا۔ اسکی قبر کے سرہانے سنگ مزار پر لکھا ہوا ہے کہ "دو گیاہ
سبز ہی اس عاجز کی تربت کے واسطے سب سے بہتر ہے جو اس دنیا کی
ناچیز اور عارضی زینت اور شاہ چشت کی ادنی مریدہ اور شاہجہان بادشاہ
کی بیٹی تھی"۔ دہلی کا بڑا سافر خانہ اور آگرہ کی عالیشان مسجد اسی
کی یادگار ہین۔

اور شہزادون کا حال مختصر طور پر لکھنا کافی ہوگا۔ جس دن
شاہجہان محفوظ طور پر مقید ہوگیا اسکے دوسرے ہی دن اورنگ زیب
جو اب تک لشکر ہی مین تھا آگرہ مین داخل ہوا۔ دارا کے مکانپر قبضہ کیا

* دیکھو مسٹر ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر کا مضمون مطبوعہ پرچہ نائنٹینتھ سنچوری
بابت ماہ مئی ۱۸۸۷ء۔

اور اُسکا خزانہ لے لیا جسکی تعداد ستترہ لاکھ روپیہ تھی۔ اور اُسی دن اپنے
مغرور بھائی کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ مراد بخش اب تک بادشاہت
کی عزت کا لطف اٹھا رہا تھا۔ اور اورنگ زیب کی زبان سے بار بار
حضرت کا خطاب اپنی شان میں سُن سُنکر خوش ہوتا تھا۔ وہ بادشاہ
بنا ہوا چھبیس لاکھ روپیہ کے توڑے لیے ہوئے اورنگ زیب کے
ساتھ ساتھ تھا۔ لشکر سے روانہ ہوکر آگرہ کی جانب چند ہی میل بڑھے
تھے کہ اورنگ زیب کی چشم پوشی سے اُسکے وحشی مزاج بھائی نے
اسقدر شراب پی لی کہ بدمست ہو گیا۔ اورنگ زیب نے کمال
اتقا کے ساتھ یہ حالت دیکھکر حیرت ظاہر کی اور یہ کہکر کہ جو شخص
مذہب اسلام کے احکام کی اس بے تمیزی کے ساتھ خلاف ورزی
کرے وہ ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ تخت پر بیٹھے مراد بخش کو
پابہ زنجیر کر دیا (۵۔ جولائی) اور اُسی رات کو چپکے سے دہلی کے سامنے
سلیم گڈھ کے قلعہ کے شاہی قیدخانہ میں بھجوا دیا۔ اورنگ زیب کو
بڑی لشتانی اور پیدواد و دہش سے کام لینا پڑا تب کہیں فوج ٹھنڈی
ٹھنڈی ہوئی کیونکہ وہ لوگ اپنے بہادر افسر اور آزاد دہ روشہزادہ

کی بڑی قدر کرتے تھے - مگر بہر حال جو ہوتا تھا وہ ہوا - اور کامیاب
مع افواج متفقہ کو لیکر دارا کے پیچھے پڑا -

اُسنے بڑی کڑی کڑی منزلیں کیں اور دن رات بڑی ہمت
اور مستعدی کے ساتھ اپنے کام میں لگا رہا - معمولی سپاہی کی طرح
رہتا تھا - سوائے کھانے کے اور کچھ نہ کھاتا تھا - خراب پانی پیتا تھا
زمین پر سو رہتا تھا - اسکے تحمل و استقلال نے آپکے ساتھیوں کے
دلوں میں رعب پیدا کر دیا - مگر دارا نے پولیٹکل میدان سے اپنے
آپ کو نابود کر کے اپنے بھائی کو آیندہ کی زحمت سے چھڑا دیا -
یعنی گمراہ شہزادے نے جب یہ سنا کہ اورنگ زیب میرے تعاقب
میں آرہا ہے تو بجائے اسکے کہ کابل میں جا کر وہاں کے حاکم مہابتخان
سے جسکی مدد کا پورا بھروسہ تھا ملجائے اور زور شور سے مقابلہ کرے
الٹا جنوب کی طرف پھرا اور سندھ کا رخ کیا - اورنگ زیب نے
فوراً سمجھ لیا کہ غنیم نے واقعی طور پر ہتھیار ڈالدیے - اور چند ہزار
سواروں کو تعاقب کیواسطے چھوڑ کر مشرق کی جانب مراجعت کی
کہ وہاں شجاع نے لڑائی کا سامان کیا تھا - مصیبت کے کئی مہینوں کا

مختصر حال یہ ہے کہ اجمیر کی پہاڑیون مین دارا نے پچاس ہزار اورنگ زیب کی
فوج کا مقابلہ کیا اور چار دن کی سخت لڑائی کے بعد پھر بھاگنا پڑا۔
بی بی اور بیٹی اور چند ملازمون کو لیکر احمد آباد روانہ ہوا۔ غلہ سوار
نے اسکا اسباب لوٹ لیا اور شہزادیون کے زیور چھین لیے۔ اور
سب سے بڑھکر مصیبت یہ پڑی کہ جب احمد آباد مین کہ ایک زمانہ
مین اسکے موافق تھا پہونچا تو شہر والون نے شہر کے پھاٹک بند کر دیے
اور اُسے داخل نہ ہونے دیا حاکم شہر کی کب یہ مجال ہو سکتی تھی کہ ایک
بیکس کیواسطے اپنی جان معرض خطر مین ڈالتا۔

برنیر لکھتا ہے:۔ "اب مجھے دارا کے پاس تین دن ہو چکے تھے
محض اتفاق سے راستہ مین مجھ سے ملاقات ہو گئی تھی۔ اور چونکہ
کوئی طبیب اُسکے ساتھ نہ تھا اسلیے اُسنے مجھے مجبور کیا کہ معالج بنکر
اُسکے ساتھ رہون۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صبح سویرے ہی حاکم احمد کا پیام
پہونچا۔ بیبیون کے بین سُن سُن کر سبکی آنکھون سے آنسو جاری
ہو گئے۔ ہم سب لوگون کو پریشانی اور مایوسی نے گھیر لیا۔ ایک دوسرے
کا منہ تکتا تھا اور کچھ کہہ نہ سکتا تھا۔ عقل کام نہین کرتی تھی کہ کیا تدبیر

بھاگ جائے اور جو ہری گھوڑی آئیوالی تھی اُسکا کچھ حال نہ معلوم تھا۔ جب اُسنے
دیکھا کہ دارا باہر نکلا۔ وہ زندہ تھا مگر مُردوں سے بدتر۔ کبھی ایک سے
بات کرتا کبھی دوسرے سے۔ معمولی سے معمولی سپاہی کے پاس
کھڑا ہو جاتا اور صلاح پوچھتا۔ وہ دیکھتا تھا کہ سب کی صورتوں سے
ہراس نمایاں ہے اور خوب سمجھتا تھا کہ سب آپ سے اکیلا چھوڑ دینگے۔ مگر
آخر اُسکا کیا حشر ہوگا۔ وہ جائے تو کہاں جائے۔ درماندگی میں جسقدر
دیر ہوتی تھی اُسیقدر تباہی قریب ہوتی جاتی تھی"

اُسنے گجرات کے قزاقوں کے پاس پناہ لی۔ اُسکی بی بی سختیاں اور
تکلیفیں اُٹھا کر جان بحق تسلیم ہوئی۔ اور جو تھوڑے سے ہمراہی دارا
کے پاس تھے اُنسے بھی اُسنے اپنے تئیں محروم کیا اور بی بی کی نعش کے
ساتھ بھیجدیا کہ لاہور میں عزت و احترام کے ساتھ دفن کرادیں۔ اُسکے
افغان میزبان ملک جیون ساکن دھندر نے اپنے مہمان کی بیکسی کو
غنیمت سمجھا اور اُسے اورنگ زیب کے پاس پہونچا دیا۔ اسطرح بہت سی
جگہوں پر واردات ہونے اور بہت سی جگہوں سے نکالے جانے اور
اپنی عزیز بیوی کا داغ اُٹھانے اور خراب خستہ ہارے پھرنے کے بعد

شہزادہ ولیعہد جو ہندوستان کا بادشاہ ہونیوالا تھا اپنے دشمن کے ہاتھ
مین دیدیا گیا - اسکو ذلیل سے ذلیل کپڑے پہنا دئے گئے غلاظت اُسکے
بدن پر لگائی گئی اور ایک حقیر سے ہاتھی پر سوار کرکے دلّی کے گلی کوچون
مین تشہیر کیا گیا - اس وحشیانہ تذلیل سے رعایا نے اسقدر شور و شر مچایا کہ
قریب قریب غدر سا ہو گیا - برنیر لکھتا ہے کہ مین نے ہر جگہ لوگونکو روتے
ہوے اور بڑی دردناک آواز سے دارا کی قسمت کا ماتم کرتے دیکھا
کیا مرد کیا عورت کیا بچہ سب اسطرح بلک بلک کر رو رہے تھے کہ گویا خود
اُنکے اوپر کوئی سخت مصیبت ٹوٹ پڑی ہے - قریب تھا کہ لوگ اُس
افغان کو قتل کر ڈالین جسنے اپنے مہمان کو دغا دی تھی - اور اسطرح پر
دارا کے ساتھ ہمدردی ظاہر کیجاتی تھی کہ اورنگ زیب کو اندیشہ ہوا
اور اُسنے فوراً دارا کے قتل کا ارادہ مصمم کر لیا - جبتک بھائی زندہ تھا
اُسکی جان کو کھٹکا لگا ہی ہوا تھا - چنانچہ مجلس مشورت منعقد ہوئی اور اُسمین
روشن آرا نے اپنی ساری گویائی اپنے بدنصیب بھائی کے خلاف صرف
کر ڈالی - تجویز یہ ہوا کہ دارا اسلام سے منحرف ہے اور کفار سے دوستی
رکھتا ہے اور ۱۵ - ستمبر ۱۶۵۹ء کو اُسکے قتل کا حکم صادر ہوا جب وہ مر گیا

تھا اسکی نعش شہر مین تشہیر کی گئی تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ جو ہونا
تھا وہ ہو چکا۔ لاکھون آدمیون نے دارا کی موت کا ماتم کیا۔ اُسکا
سر اورنگ زیب کے سامنے آیا۔ اُسنے بہت احتیاط کے ساتھ خون
کو دھلوایا تاکہ شناخت مین غلطی نہ ہو جائے اور پھر حکم دیا کہ ہمایون
کے مقبرہ مین دفن کر دیا جائے۔

شجاع نے اپنے بڑے بھائی سے بھی زیادہ پریشان کیا۔ دارا کی
درخواست کے مطابق اُسنے بنگالہ مین کہ ہنوز وہان کا حاکم تھا ہتھیار
سنبھالے۔ اور یہان تک کامیاب ہو گیا کہ بنارس الہ آباد پر قبضہ
کر لیا اور جونپور بھی اپنی عملداری مین ملا لیا۔ اورنگ زیب دارا کے
تعاقب کو چھوڑ کر اس نئے خطرہ کا مقابلہ کرنے کو واپس آ گیا تھا۔
اُسکے پاس ایک سے قابل نائب میر جملہ تھا کہ وہ دکن سے اپنے قدیم رفیق
سے ملنے کو چلا آیا تھا۔ دونون نے ملکر شجاع کو شکست دے دی۔
حالانکہ ہگلی کے پرتگالیون نے اسکو مدد بھی دی تھی اور مہاراجہ
جسونت سنگھ نے یہ دغا بازی بھی کی تھی کہ روز جنگ کی رات کو شاہی
لشکر مین اپنی اس کوشش سے ابتری ڈالدی تھی کہ اورنگ زیب کا ساتھ

چھوڑ کر اپنے پرانے دوست شجاع سے ملجاے - اورنگ زیب کے
استقلال اور بیرجملہ کی چالاکی اور دلیری سے میدان ہاتھ آگیا اور
شہزادہ شجاع اراکان کو بھاگا اور پرتگالی ڈاکوؤن نے اُنکو وہان
پہونچاکر اُسکی جان تو بچائی مگر مال متاع سب لوٹ لیا (۱۶۶۰ء) اُسکی
آخری حالت جو معلوم ہوئی وہ بہت حسرتناک ہے - زخمی اور خوار ہوکر
وہ پہاڑون مین بھاگ گیا اور صرف ایک عورت اور تین وفادار
رفیق اُسکے ساتھ گئے - پھر نہ معلوم ہوا کہ اُسپر کیا گزری -

اب کوئی رقیب میدان مین باقی نہ تھا جتنے دعویداران سلطنت
تھے اُنکو موت یا قید خانہ نصیب ہوچکا تھا - دارا کے دو بیٹے سلیمان شکوہ
اور سپہر شکوہ گوالیار کے قلعہ مین قید تھے - اورنگ زیب کا سب سے
بڑا بیٹا محمد جسنے ایک منحوس ساعت مین بے سوچے سمجھے اپنے چچا شجاع
کا ساتھ دیا تھا قید خانہ مین تھا حتی کہ ۱۶۷۶ء مین وہین مر بھی گیا -
مرادبخش بھی اُسی قید خانہ مین بھیجدیا گیا تھا وہان سے اُسنے بھاگنے
کی کوشش کی - چنانچہ اُسپر ایک پرانے زمانے کے قتل کا الزام
لگایا گیا اور دسمبر ۱۶۶۱ء مین سزاے موت دیگئی - اورنگ زیب کی

دو بیٹیون کی شادی قیدیون سے ہوئی - ایک دارا شکوہ کے چھوٹے
بیٹے کو بیاہی گئی اور دوسری مراد بخش کے بیٹے کو - ایسا معلوم ہوتا
ہے کہ ان مراضی برضا دولہاؤن کے پرانے زخم ان شادیون سے
ہرے نہین ہوے -

اب اورنگ زیب کے واسطے کوئی غیر شدہ راہ نہین رہی -
شاہی کا خطاب تو وہ اختیار کر ہی چکا تھا - شروع شروع مین تو وہ
بہت عجلت کے ساتھ دہلی کے باہر شالامار باغ مین بادشاہ بنا تھا
اور لوازم شاہی یعنی سکہ اور خطبہ اسکے نام سے نہین ہوے تھے -
۵ مئی ۱۶۵۹ء کو وہ پورے تزک و احتشام کے ساتھ تخت
سلطنت پر متمکن ہوا -

تیسرا باب

غلو مذہبی

جب ماہ مئی ۱۶۵۹ع مین اورنگ زیب دوبارہ بادشاہ بنا تو اُسنے وہ
خطاب "عالمگیر" کا اختیار کیا جو اُس تلوار پر کندہ تھا جو اُسکے قیدی باپ نے
اُسکو مرحمت کی تھی - اور اُسکی رعایا اور آیندہ نسلین مسلمانونکی اسکو اسی خطاب
سے یاد کرتی رہین - اس سے پہلے کہ ہم اِس امر پر غور کرین کہ اُسنے اپنے اختیارات
سے کسطرح پر کام لیا ہے اُسکے مزاج کا رنگ سمجھ لینا مناسب ہے - سب مسلمان
مصنف اُسکو ولی لکھتے ہین - سب عیسائی معاصرین سوائے ڈرایڈن کے کہ وہ
کوئی مورخ نتھا اُسکو مکار بتاتے ہین اور لکھتے ہین کہ اُسنے مذہب کو اپنے جاہ
کا پردہ بنا رکھا تھا اور بڑے سے بڑے بیرحمی کے قتل جو اُسنے کیے تھے اُنکے چھپانے
کیواسطے نمازین پڑھا کرتا تھا - اورنگ زیب کا وہی حال ہوا جو اُسکے بڑے ہمعصر
کرامویل کا ہوا کہ وہ بہت سی روحانی باتونمین اُس سے مشابہ تھا اسکے سوانح عمری
لکھنے والونمین بھی ٹوڈ اور ریکیسٹر موجود ہین اور انکی رائین بھی یہی ہین کہ خود غرضانہ
حوصلہ مندی اور نیکی کو کامرانی نے خراب کر دیا تھا - مسلمان فلکنور اور ڈانیزہ کی
تعریف مین تر زبان بھی ہین - تاہم ان ایک دوسرے کے متضاد خیالات مین اسقدر

خلاف نہیں ہے جیسا کہ سمجھا جانا چاہیے۔ اُنسے صرف یہی بات ظاہر ہوتی
ہے کہ عیسوی تعصب اور اسلامی تعصب میں کسقدر فرق ہے۔ ہندوستان
کے مسلمانوں کے نزدیک اورنگ زیب نمونہ ہے متقی اور بے عیب
اسلامی بادشاہ کا۔ آگے چل کر اُسنے جو مذہبی جوش دکھلایا اور شرع
اسلامی کی پابندی کی تو یہ لوگ اس بات کو بھی بھول گئے کہ وہ
کسقدر خون بہا کر تخت پر پہونچا تھا۔ بخلاف اسکے مغل اعظم
کے عیسوی دیکھنے والے اپنے اس مغربی خیال کو دل سے نکالکے
کہ جو سب کے سامنے نمازیں پڑھے اور فریسیوں کی طرح سڑک پر
عبادت کرے وہ ضرور ریاکار اور ظاہر دار ہوگا۔ اور یہ بھی اُنکی سمجھ
میں نہ آیا کہ جو اپنے اتنے سارے عزیز و اقارب کا خون کر ڈالے
اُسکو اتقا سے تو درکنار معمولی انسانیت سے کسطرح بہرہ ہو سکتا
ہے جسطرح اسٹوریشن کے حامی فرقہ ریسیٹ کے لوگ کرومویل
کو جو صاحب سلطنت گیر تھے یہ نہیں سمجھ سکے کہ وہ سچا عیسائی بھی تھا
اسی طرح یہ لوگ اس مذہب کے سمجھنے سے قاصر ہیں جسکا اورنگ زیب سا
آدمی بہت ایمانداری کے ساتھ پابند ہو سکتا تھا۔

اُسکے برا کہنے والون کے جو اعتراضات ہین وہ سب اُسی کشت و خون
کی بنیاد پر ہین جس سے اورنگ زیب کو تخت نصیب ہوا - وہ اُس ضرب المثل
کو بھول گئے جو سلطان بایزید نے اپنے بھائی جم سے حالات طے کرتے وقت
بہت موقع سے استعمال کی تھی کہ "بادشاہت مین بادشاہت کا شمار
نہین ہوتا" انکو وہ بار بار کے سبق مشرقی تاریخ کے یاد نہین رہے جن سے
اورنگ زیب نے اور نیز اُسکے پہلے اور پیچھے کے بہت سے بادشاہون نے
تعلیم لی تھی کہ بادشاہ کے جانی دشمن آپہی کے گھرانے کے لوگ ہوتے ہین
سلاطین عثمانیہ مدتون پولیٹکل مصلحت کے لحاظ سے عزیز و اقارب کے
خون کرنے کے قائل رہے - محمد الملقب بہ شریف نے کہ مراد اعظم کا باپ
تھا باوجود اسکے کہ نیک نہاد تھا اپنے بھائی کی آنکھین نکلوالین اور بھتیجے
کو قتل کرا ڈالا - وہ عثمانی خاندان والون کی خانہ جنگیون کے خراب
نتائج دیکھ چکا تھا اور نہین چاہتا تھا کہ سلطنت پھر ایسی اندرونی مصیبتون
مین مبتلا ہو - کوئی مشرقی شہزادہ بغیر تخت کے خوش رہ ہی نہین سکتا اور
اسوجہ سے یہ بات محض حسد اور شبہہ کے سبب نہین ہوتی تھی بلکہ لازمی
ہوجاتی تھی کہ اسکے حوصلونکے پورا ہونیکا دروازہ ہی بند کردیا جائے تخت کا

ہے کہ زنانخانہ مین قید کردیا کرتے ہین حتی کہ قیدی مخبوط الحواس ہوجاتا
ہے۔ پرانا اور شاید زیادہ رحم کا طریقہ یہ تھا کہ اُسے فوراً قتل کرڈالتے
تھے ؎

اورنگزیب اپنی طبیعت سے کم سے کم اسقدر رحمدل ضرور تھا جتنا
کہ شریف سلطان روم تھا۔ مگر اُسکو بھی ویسی ہی وجوہ اپنے بھائیون
اور عزیزون کے حوصلہ مند مزاجون سے اندیشہ کرنے کی تھین اُسکے
آباؤ اجداد نے اپنے قریب سے قریب رشتہ دارون کی بغاوتین دیکھی
تھین۔ اکبر کو اپنے بھائی سے لڑنا پڑا تھا۔ جہانگیر نے اپنے باپ کے
مقابلہ مین بغاوت کی تھی۔ اور اپنی دفعہ کو اُسے بھی اپنے بڑے بیٹے
کی لڑائی جھگڑے کی نوبت آئی۔ اور وہ بڑا بیٹا قید کرلیا گیا کہ بقیہ عمر زندان
مین بسر کرے اور پھر بھی سرکار کو اُسکی طرف سے برابر اندیشہ ہی لگا رہا تھا۔ شاہجہان
نے اپنے باپ کا مقابلہ کیا اور اپنے بھائی شہریار کا خون بہا کر تخت سلطنت
پر بیٹھا۔ جب یہ سب کچھ ہوچکا تھا تو اورنگ زیب کسی طرح یہ امید نہین
کرسکتا تھا کہ دارا شجاع اور مراد بخش جیتے جی اُسکو چین لینے دینگے۔

؎ دیکھو کریسی کی ہسٹری آف ٹرکی (تاریخ روم) مطبوعہ ۱۸۷۸ء صفحہ ۳۰۸۔

انمین سے ہر ایک کو اورنگ زیب کے برابر حق حاصل تھا اور ضرور انمین سے
ہر ایک کا ارادہ تھا کہ اگر عصاے سلطنت مل سکے تو اُسے لے لے۔
البتہ اورنگ زیب یہ کرسکتا تھا کہ سلطنت کی ہوس دل سے نکال ڈالتا
اور اپنے شباب کے فقیرانہ خیال پر عود کرتا۔ مگر دارا اور شجاع کافر یا ملحد
تھے اور بحیثیت سچے مسلمان ہونے کے اُسکا فرض تھا کہ انکو تخت پر
نہ بیٹھنے دے۔ علاوہ اسکے حکومت کا شوق اُسکے خون مین جوش زن
تھا۔ اور اسکو بھی جانے دیجیے تو یہ شہزادہ فقیر ہو کر بھی اپنے بھائیوں
کے گماشتون کی چھریون سے کب محفوظ رہ سکتا تھا۔ جو دعویدار تخت
ہون اُنکے واسطے دو ہی علاج تھے۔ موت یا دائم الحبس۔ اورنگ زیب
نے موت سے جھگڑا پاک کردینا زیادہ مناسب سمجھا۔ یہ علاج نکما
ضرور تھا مگر سب سے زیادہ محفوظ تھا اور سب باتون پر نظر کرکے دیکھے تو
بہ نسبت دوسرے علاج کے اسمین رحم بھی زیادہ تھا لیکن جو لوگ
نرم دل کے ہوتے انسے یہ علاج بن نہ آتا۔

اس زمانہ کے یورپین گواہون مین سب سے زیادہ ہوشیار فرانسیسی
ڈاکٹر برنیر تھا جسنے اس عزیز واقارب کی جنگ کا خونخوار تماشہ دیکھا تھا

ور جسکو دارا کے ساتھ ہمدردی تھی - اُسنے اورنگ کا حال نظر رعایت
سے نہین لکھا ہے - وہ آٹھ برس تک اُسکے دربار مین رہکر اچھی طرح
دیکھ بھال کرتا رہا تھا - اُسنے اپنی معمولی صفائی کے ساتھ اس معاملہ کی
ساری حالت یون دکھلائی ہے -

وہ لکھتا ہے کہ بلاشبہہ میرے ناظرین اُن ذرایع کو بُرا کہینگے جنکو
کام مین لاکر یہ مغل بادشاہ عروج سلطنت کو پہونچا - اسمین شک نہین کہ یہ ذرائع
بہت نا انصافی اور ظلم پر مبنی تھے - لیکن شاید یہ بھی انصاف کی بات
ہوگی کہ ہم اُسکی حالت کی جانچ اُن سخت قاعدون سے کرین جو یورپ
کے شہزادون سے متعلق ہوتے ہین - ہمارے ممالک مین عقلی اور مقررہ
قانون کے مطابق جو سب سے بڑا بیٹا ہوتا ہے وہی وارث تاج و تخت
ہوتا ہے - مگر ہندوستان مین عموماً یہ ہوتا ہے کہ بادشاہ متوفی کے سب
بیٹے حق سلطنت کے واسطے جھگڑا کرتے ہین اور انمین سے ہر ایک کو مجبوراً
ظلم کرنا پڑتا ہے کہ اپنے بھائیون کو قتل کر ڈالے تب خود سلطنت کرے
یا اگر ایسا نکرے تو اپنی جان سے ہاتھ دھوئے تاکہ دوسرا باطمینان و فراغت
تمام سلطنت کر سکے - تاہم اُن لوگون کو بھی جو یہ کہتے ہین کہ اُسکے ملک

اور خاندان اور تعلیم کی حالت دیکھکر بھی اورنگ زیب کے جرم کی سنگینی
مین کمی نہین ہو سکتی یہ ضرور تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ شہزادہ ہمہ دانی
اور قابلیت خداداد مین فرد ہے۔ اعلیٰ درجہ کا مدبر ہے اور بڑا بادشاہ ہے"
سیاحون نے جو عیوب اورنگ زیب مین نکالے ہین وہ زیادہ تر
ایام شہزادگی سے متعلق ہین۔ اُسکی بادشاہی کے کامون کے نسبت
اِن لوگون نے بھی سوائے تعریف کے اور کچھ نہین لکھا۔ تقریباً پچاس
برس کی سلطنت دراز مین ایک بھی ظلم اُسکا ثابت نہین ہوا* یہ بات
مسلم ہے کہ ہندون کو دق کرنے مین بھی کہ وہ اُسکے غلو مذہبی کا لازمی
جزو تھا اُسنے نہ کوئی قتل کرایا نہ کسی کو جسمانی ایذا پہونچائی۔ لوگ اُسکو
مکار تو کہتے ہین مگر کسی نے آج تک ایک بھی مثال اُسکی نہ پیش کی
کہ جس مذہب کا وہ پابند تھا اُسکے احکام کی خلاف ورزی کی ہو اور

* شاید سیمھاجی کا ظالمانہ قتل ایک استثنا ہو سکے۔ مگر خود اُس قیدی کی انتہا درجہ
کی سخت مزاجی نے اس قتل کا اشتعال دلایا تھا۔ کاٹرد نے محض عام طور پر ظلم کا
الزام اورنگ زیب پر لگایا ہے مگر کوئی مثال اُسنے نہین لکھی۔ نہ ایسی کوئی شہادت
پیش کی جو لائق کے قابل ہو۔

اس بات کی بھی نام کو شہادت نہین ہے کہ کبھی اُسنے اپنے نام کے خلاف کام کیا ہو۔ ممکن ہے کہ مثل کرام ویل کے "وہ الفاظ یا نام یا اور ایسی فروعات کا زیادہ خیال نہ کرتا ہو" مگر اسمین شک بھی نہین کہ مثل اُسی بڑے پروٹیسکٹر کے "وہ خدا کی راہ مین کام کرتا تھا اور خدا کا کمترین ذریعہ اِس کام کا تھا کہ خلائق کو نفع پہونچائے اور خدا کی عبادت کرائے"

اورنگ زیب ہی سب سے پہلا اور وہی سب سے آخری سخت اور پکا غالی مسلمان تھا۔ وہ اسلام کے اصولون کا ایسا معتقد تھا کہ تخت سلطنت محبت آرام غرضکہ دنیا کی کسی چیز کی اُسکے مقابلہ مین پروا نکرتا تھا۔ مذہب ہی کے واسطے وہ ہندوون کو ستاتا تھا اور اُنکے مندرونکو توڑتا تھا۔ اور ساتھ ہی اسکے یہ بھی اُسی نے کیا کہ وہ قدیم الایام محصول جو تجارت کے میلون اور تیوہارون پر مقرر تھا اُسکو موقوف کردیا کہ اُس سے خزانہ شاہی کا سخت نقصان ہوا۔ مذہب ہی کیواسطے اُس نے دکن کی اتنا ہی لڑائیان لڑین۔ اسکا مقصود اصلی یہ نہ تھا کہ اپنی سلطنت عظیم کے حدود کو اور زیادہ وسیع کرے بلکہ وہ یہ چاہتا تھا کہ رافضی شیعہ کے

ملک کو سچے اسلام کی عملداری مین کرے - اُسکے واسطے دکن دار الحرب
تھا اور اُسنے ٹھان لی تھی کہ اسکو دار الاسلام بنا کر رہونگا - مذہب ہی
کی ترغیب تھی کہ اورنگ زیب حظِ نفس کو اسطرح چھوڑے بیٹھا تھا
کہ گویا وہ اپنے پہلے ارادہ کے مطابق فقیر ہو چکا ہے - وہ ترک
حیوانات کر چکا تھا اور سواے پانی کے اور کچھ نہ پیتا تھا - ٹیورنیر
لکھتا ہے کہ اسی وجہ سے "وہ دُبلا اور کمزور ہو گیا تھا اور جو روزے
وہ رکھتا تھا اُس سے اور بھی دبلے پن مین اضافہ ہو گیا تھا - مین اُس
زمانہ مین ہندوستان ہی مین تھا جب وہان بڑا ستارہ دنبالہ دار
نکلا کرتا تھا - جب تک وہ ستارہ نکلتا رہا (یعنی چار ہفتے سنہ ۱۶۶۵ع
مین) اورنگ زیب تھوڑا سا پانی پیتا تھا اور ذرا سی جوار کی روٹی
کھا لیتا تھا - اسکا اثر اُسکی تندرستی پر اسقدر ہوا کہ وہ قریب المرگ
ہو گیا کیونکہ علاوہ اسکے وہ یہ بھی کرتا تھا کہ زمین پر صرف شیر کی کھال
بچھا کر سوتا تھا - اور اُسی زمانہ سے پھر کبھی اُسکو پوری تندرستی نہین
نصیب ہوئی" - رسول عربی کی اس نصیحت کے مطابق کہ ہر مسلم کو
کوئی نہ کوئی پیشہ ضرور کرنا چاہیے وہ اپنا فرصت کا وقت ٹوپیان

نے مین صرف کرتا تھا۔ ظاہر ہے کہ دہلی کے اُمرا اُن ٹوپیون
اُسی ذوق شوق سے خریدتے ہونگے جس طرح اسکو کی لیڈیان
کاونٹ ٹالسٹوی کے بوٹ خریدتی تھین۔ وہ حافظ قرآن ہی
نہین تھا بلکہ دو دفعہ اپنے پاکیزہ نستعلیق خط مین قرآن کی نقل
بھی کی تھی۔ اور یہ قلمی نسخے بیش بہا جلدین بنواکر بطور ہدیہ مکہ
اور مدینہ بھیجے تھے۔ سواے حج کے کہ اُسکے ادا کرنے کی اُسکو اس
اندیشہ سے جرأت نہوئی کہ مبادا واپس آکر یہ دیکھے کہ تخت سلطنت
کسی دوسرے کے قبضہ مین ہے اور کوئی فرض مسلمانون کا ایسا
نہ تھا جو اُسنے پورا نہ کیا ہو۔ سورت کے انگریز سوداگرون کو بھی جنکو
بادشاہ سے نفرت کرنے کی خاص وجوہ تھین اووِنگٹن سے یہ کہتے
سنا آئی کہ "اورنگزیب اسلام کا پکا معتقد ہے اور نہ کبھی عبادت
کے اوقات مین غفلت کرتا ہے اور نہ کوئی کام ایسا کرتا ہے جو
اسکی راے مین سچے مسلمان کے نام پر حرف لا سکے"۔

اورنگ زیب کے سچے مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہندوستانی
مورخ متفق اللفظ ہوکر اُسکے ثنا خوان ہین۔ اُسی زمانہ کے ایک مورخ نے

جو کچھ عرصہ تک دربار مین بھی رہا تھا اور بادشاہ کا عزیز مصاحب تھا بڑی
قابلیت کے ساتھ مغل اعظم کے مذہبی دستور العمل کا حال لکھا ہے کہ وہ بیان
نقل کرنے کے قابل ہے۔ اگرچہ اسکا طرز تحریر کسیقدر ناپسندیدہ خوشامد معلوم
ہوتا ہے تاہم اُس مراسلہ سے زیادہ مبالغہ آمیز نہین ہے جو برنیر نے اسی
زمانہ مین کالبرٹ کے نام لکھا تھا:۔

"ناظرین کتاب ہذا پر واضح رہے کہ یہ کمترین بندگان حق تعالی بصحت
تمام اپنا چشم دید حال نیک کردار بادشاہ سلطان ابوالمظفر محی الدین
محمد اورنگ زیب عالمگیر کے مزاج برگزیدہ و خصائل حمیدہ و اوصاف
پسندیدہ کا لکھتا ہے۔ جہان پناہ کو عبادت حق تعالی کی طرف طبعی
رجحان ہے اور اُنکی عقائد مذہبی کی سخت پابندی شہرۂ آفاق ہے۔
ممدوح امام ابوحنیفہ رحمت اللہ علیہ کے طریقہ کے مقلد ہین اور رکن کے
پانچ فرائض کو مانتے ہین۔ وضو کرکے ہمیشہ اپنے وقت کا بہت زیادہ
حصہ حمد باری مین صرف کرتے ہین۔ معمولی نمازین پہلے مسجد مین پڑھتے
ہین پھر گھر پر۔ جماعت کے ساتھ اور نیز خلوت مین بڑے حضور قلب سے
عبادت کرتے ہین۔ جمعہ کو اور ایام مبارک مین برابر روزے رکھتے ہین

اور جمعہ کی نماز جامع مسجد میں عام مسلمانوں کے ساتھ پڑھتے ہین متبرک شبہائے
قدر کو برابر رات بھر بیداری مین صرف کرتے ہین اور خدا کی رحمت کے
نور سے مذہب اور بہبود کے چراغون کو روشن کرتے ہین۔ کمال اتقا کے
باعث ساری ساری رات اپنے محل کی مسجد مین بیٹھے رہتے ہین اور
عابدون سے صحبت رکھتے ہین۔ خلوت مین کبھی تخت پر نہین بیٹھتے۔
تخت نشینی سے پہلے ایک حصہ اپنے کھانے کپڑے کے خرچ کا محتاجونکو
دیا کرتے تھے۔ اب چند سواضعات کی آمدنی اور نمکسارون کا محاصل
کہ وہ اُنکے ہاتھ خرچ کے واسطے مخصوص ہے خیرات کر دیتے ہین۔
رمضان مین پورے مہینہ بھر کے روزے رکھتے ہین تراویح پڑھتے
ہین اور علما و فضلا کے سامنے قرآن مجید سناتے ہین اور رات کو
کبھی چھ گھنٹے اور کبھی نو گھنٹے اُنکے پاس بیٹھتے ہین۔ ماہ مبارک
کے آخر کے دس دن مسجد مین عبادت کرتے ہین۔ اور اگرچہ بعض
قیدون کی وجہ سے حج بیت اللہ کے واسطے خود نہین جا سکتے تاہم جو
کوشش وہ حجاج کی آسایش کے واسطے کرتے ہین وہ بھی حج ہی کے
برابر ہے۔ ۔ ۔ ۔ جو کپڑے مذہباً ممنوع ہین وہ کبھی نہین پہنتے اور

چاندی سونے کے برتن کبھی استعمال نہین کرتے* - اُنکے مقدس دربار
مین کوئی بیہودہ گفتگو نہین ہوتی اور غیبت کا ایک لفظ بھی مُنھ سے
نہین نکلنے پاتا- ...... ہر روز دو تین دفعہ بہت خندہ پیشانی
کے ساتھ دربار مین تشریف لاتے ہین اور فریادیون کی داد کو پہونچتے
ہین - بیشمار فریادی بلا روک ٹوک آتے جاتے ہین اُنکا حال بڑی توجہ سے
سُنتے ہین - وہ بیخوف ہوکر اپنی عرض معروض کرتے ہین اور شاہی انصاف سے بہرہ ور
ہوتے ہین - اگر کوئی شخص زیادہ بکنے لگتا ہے یا بیہودہ طور پر عرض کرتا ہے
تو جہان پناہ ہرگز خفا نہین ہوتے اور ابرو پر بل نہین آتا - دربار والون
نے اکثر یہ چاہا ہے کہ لوگون کو اسقدر بیباکی سے باز رکھین مگر بادشاہ
نے یہی فرمایا کہ ان لوگون کی باتین سُننے سے اور انکی حرکات کے
ملاحظہ سے ہمکو تحمل اور درگزر کی عادت ہوتی جاتی ہے- .....
کبھی غصہ یا ناراضی سے سزاے موت کا حکم نہین صادر فرماتے- ..

* گرٹیور نیر نے لکھا ہے کہ اُسنے اورنگ زیب کو ایک بلور کے پیالہ مین پانی پیتے
دیکھا ہے اور اُس پیالہ کا سرپوش اور نیچے کی تھالی سونے کی تھی اور اُن مین
ہیرے اور یاقوت اور زمرد جڑے ہوے تھے۔

جہان پناہ نثر بہت اچھی لکھتے ہین اور نظم مین بھی دستگاہ حاصل کی ہے
مگر کلام مرحق مین جو یہ اشارہ ہے کہ شاعر جھوٹ بولا کرتے ہین اس وجہ
سے شعر گوئی سے پرہیز کرتے ہین۔ سوائے اخلاقی اشعار کے اور
کوئی نظم شوق سے نہین سنتے۔ اپنے قادر مطلق کی رضا جوئی کے
خیال سے وہ کبھی خوشامدیون کی طرف توجہ نہین کرتے اور شاعرون
کی باتین نہین سنتے"۔

یہ تو پکے مسلمان کی باتین ہین۔ لکھنے والے نے خود ہی اقرار
کیا ہے کہ وہ توصیف لکھ رہا تھا ہم یہ حالات بالکل قدرتی ہین اور ہر
ایسے شخص کے قیاس مین آسکتے ہین جو یہ جانتا ہو کہ پکے مسلمان
شاگرسی کتنے وہابی کا طرز زندگی کسطرح کا ہوتا ہے۔ اس مرقع مین
کوئی بات ایسی نہین ہے جو اورنگ زیب کی ساری زندگی کے
رنگ کے خلاف ہو یا جو شہادت یورپین چشم دید گواہون نے
دی ہے اسکے متناقض ہو۔ مغربی ناظرین کو ہندوستانی مورخ کی
یہ تصویر اپنے بادشاہ کی مبالغہ سے رنگی ہوئی ضرور معلوم ہوگی مگر
اسمین ایک بات بھی ایسی نہین ہے جسکی تصدیق اس زمانہ کے

فرانسیسی اور انگریزی سیاحون کی تحریرون سے اور نیز ان ہندوستانی وقائع نگارون کی تحریرون سے نہ ہوتی ہو جو صاحب تصویر سے کچھ زیادہ تعلق نہ رکھتے تھے - ڈاکٹر کریری نے جو بادشاہ کے بڑھاپے کے حالات کی تصویر ۱۶۹۵ء مین کھینچی ہے وہ اس سے بالکل مشابہ ہے - لیکن ریاضت کی اسقدر سختی جو ہم ان حالات مین دیکھتے ہین وہ اسوجہ سے تعجب انگیز نہین ہے کہ مذہب اسلام ہر سچے مسلمان سے یہی نہین چاہتا ہے - اورنگ زیب اگر چاہتا تو احکام محمدی کی مطلق پروا نہ کرتا اور پھر بھی عصاے سلطنت ہندوستان اُسی کے ہاتھ مین رہتا - بلکہ اسکی گرفت اور بھی زیادہ مستحکم ہو جاتی - اپنے رقیبون کو قتل کر چکنے کے بعد اُسکی جگہ تخت طاؤس پر ایسی ہی محفوظ ہو گئی تھی جیسی کہ جہانگیر یا شاہجہان کی تھی - وہ لوگ بھی آخر سلطنت کے مالک ہی رہے باوجودیکہ بڑے شد و مد سے خلاف شرع کامون پر دلیر رہے - عیاشی مین پڑ گئے - کھایا بھی - پیا بھی - عیش بھی کی - پھر بھی سلطنت قائم رہی - اکبر نے بھی کہ وہ ہندوستان کے بادشاہون مین یکتا تھا بہت کچھ کامیابی اسی وجہ سے حاصل کی کہ کھُلم کھُلا مذہب اسلام

سے بے پروا رہا۔ ہزنیاحت آدمیون نے سلطنت مین حکمرانی کی اور انکی
حکمرانی اچھی بھی رہی۔ سوائے اپنے دینی ایمانکے اور کوئی چیز اورنگ زیب
کو اکبر کی مقتبس فلاسفی یا جہانگیر کی عیاشی اور بیہودگی یا شاہجہان کی
عشرت پرستی کے اختیار کرنے کی مانع تھی۔ وہ جو چاہے سو ہوتا مگر
ایسا کٹا مسلمان نہوتا تو ہندو اُسکو زیادہ پسند کرتے۔ راجپوت راجا
اسبقدر چاہتے تھے کہ ہمکو ہمارے حال پر چھوڑ دو۔ اگر ہندوستان دکن
پر حملہ نہ کرتا تو دکن کبھی ہندوستان کو نہ چھیڑتا۔ غالبًا اور کوئی مغل
بادشاہ ہوتا تو وہ اپنے آباو اجداد و سلاطین کے قدم بقدم چلتا اور
جو بدکاری اور عشرت پرستی سلطنت مین جاری تھی وہ اسکی سرشت
مین داخل ہو چکی ہوتی اور وہ اُسی کو ترقی دیتا۔

اورنگ زیب نے اسطرح کی کوئی حرکت نہین کی۔ مغلون نے اپنی
ساری تاریخ مین پہلا پکا مسلمان بادشاہ دیکھا۔ اور کیسا پکا مسلمان
کہ جو سختی اپنی رعایا پر کرتا تھا وہ اپنے اوپر بھی گوارا کرتا تھا۔ اور کیسا بادشاہ
کہ ایمان کے واسطے اپنے تخت سلطنت کو قربان کر دینے کو تیار تھا۔
وہ ضرور جانتا ہوگا کہ صلح کل اور اتفاق سبب سے آسان اور محفوظ ہوگا

ایسی سلطنت کے چلانے کے ہین جو مختلف قومون اور مذہبون سے
مرکب ہو - جب تخت دہلی پر بیٹھا ہے تو وہ کوئی نوجوان پرجوش آدمی
نہین تھا بلکہ چالیس برس کا پختہ کار تھا - اور اپنی رعایا کے مختلف فرقون
کے خیالات اور پالسی کا پورا پورا تجربہ رکھتا تھا - وہ اچھی طرح جانتا
بوجھتا ہوگا کہ مین کسقدر خطرناک راستہ پر قدم اُٹھا رہا ہون اور یہ بھی
اُسکو بخوبی معلوم ہوگا کہ ہندوون کے خیالات سے لڑنا اپنے ایرانی
رفیقون کو کہ وہ اُسکے ملازمون کی جان تھے اُنکے عزیز خیالات کی
مخالفت کر کے بگاڑ دینا اور اپنے اُمرا کو عشرت پسند سلطنت کے
اشغال سے روکنا گویا بغاوت کا بیج اپنے ہاتھون بونا ہے - تاہم اُسنے
یہی طریقہ پسند کیا اور کچھ کم پچاس برس تک بڑی مستقل مزاجی کے
ساتھ علی الرغم عدو اسی طریقہ سے سلطنت کی - جسوقت کہ وہ پیر نود سالہ
ہو کر اپنی بڑھی فوج کی شکست پائی ہوئی سپاہیون کے ساتھ دکن مین
قریب المرگ پڑا ہوا تھا اُسوقت بھی جوش مذہب کا شعلہ اسکے دل مین ویسی
آب و تاب سے بھڑک رہا تھا جیسے کہ اُس زمانہ مین جبکہ اُسنے عین عنفوان شباب مین
اسی صوبہ مین نائب السلطنت کی شاہانہ پوشاک پھینک کر فقیری لباس

زیب متیّن کیا تھا۔

اورنگ زیب کے یہ کام کسی غامض حکمت عملی پر مبنی نہ تھے بلکہ محض حق پر ہونے کا یقین محرک تھا۔ اورنگ زیب مین استقلال کا مادہ پیدائشی تھا۔ اُسنے بہت ہی کم سنی مین اپنی آیندہ طرز زندگی کا خاکہ کھینچ رکھا تھا اور اب اُسکے مضبوط ارادہ نے کوئی دقیقہ اُسکی تکمیل مین اُٹھا نہین رکھا۔ اُسکی ہمت کوئی معمولی ہمت نہ تھی۔ اُسکی بہادری کی بابتہ صرف اسقدر کہنا کافی ہے کہ وہ پُرانی شیر دل نسل کا مغل شہزادہ تھا۔ مگر اُس دلیر نسل مین بھی وہ سب سے زیادہ بہادر تھا۔ بلخ کی لڑائی مین جب بہت نازک وقت آگیا اور غنیم نے "مور و ملخ کیطرح" چارون طرف سے اُسکو گھیر لیا اور ہر طرف سے ہتھیارون کے کھڑکنے کی آوازین آنے لگین اُسیوقت آفتاب غروب ہوا اور مغرب کا وقت آگیا اورنگ زیب کا دل لڑائی کے شور و ہنگامہ سے مطلق متاثر نہین ہوا۔ وہ اپنے گھوڑے سے اُترا اور زمین پر اسلامی نماز پڑھی۔ وہ رکوع و سجود بس اطمینان کے ساتھ ادا کیے کہ گویا اپنے حساب آگرہ کی مسجد مین نماز پڑھ رہا ہے۔ ازبکون کے بادشاہ نے یہ حال دیکھا تو چلا اُٹھا کہ

ایسے آدمی سے لڑنا اپنے تئین خود ہلاک کرنا ہے۔ دارا سے جو بڑی لڑائی
ہوئی اُسمین جب میدان اورنگ زیب کے ہاتھ سے جاتا دکھائی دیا
اور مختصر سی فوج اُسکے ساتھ باقی رہ گئی تو اُسنے اپنے مذبذب سپاہیون
کی جاتی ہوئی ہمت کو ایک ذراسی بات سے کہ اُسمین غضب کا کنایہ
تھا پھر واپس بلا لیا۔ اُسنے حکم دیدیا کہ اُسکے ہاتھی کے پانؤن زنجیرون
سے جکڑ دیے جائین۔

جب وہ ملتان مین دارا کا تعاقب کرنے کے بعد لاہور کی طرف
اپنی عادت کے مطابق بڑی بڑی منزلین کرتا ہوا چلا آتا تھا اور جب
معمول اپنی فوج کے آگے خود سوار تھا اُسکو یہ دیکھکر حیرت ہوئی کو راجہ جیسنگھ
جسکو وہ یہ سمجھتا تھا کہ دہلی مین ہے چار پانچ ہزار راجپوت لیکر اُس کے
مقابلہ کو آرہا ہے۔ یہ راجہ شاہجہان کا خیرخواہ تھا اور یہ افواہ مشہور
ہوئی تھی کہ وہ اِس ارادہ سے بعجلت تمام لاہور کو روانہ ہوا ہے کہ
غاصب کو گرفتار کرکے اپنے آقاے قدیم کو پھر مالک سلطنت بناوے
اورنگ زیب سمجھ گیا کہ اب خیر نہین۔ مگر کیا مجال کہ اُسکے استقلال
مین ذرا سا بھی فرق آیا ہو۔ وہ اُسی طرح اپنے گھوڑے پر سوار سیدھا

جے سنگھ کے پاس بڑھا چلا گیا اور پکار کر کہا "آئیے جناب راجہ صاحب آئیے جناب وقبلہ۔ مجھے تو حضرت کا بڑا انتظار تھا۔ اب لڑائی ختم ہو گئی دارا تباہ ہو گیا اکیلا مارا پھرتا ہے" پھر اپنے گلے سے موتیوں کا ہار اُتار کر راجپوت کی گردن مین پہنا دیا اور بولا کہ "میری فوج تو خستہ ہو رہی ہے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ آپ لاہور چلے جائین تاکہ وہان بغاوت نہونے پائے۔ مین آپ کو حاکم شہر مقرر کرتا ہون اور سب کام آپ ہی کے سپرد کرتا ہون۔ انشاءاللہ آپ سے جلد ملاقات ہوگی۔ سلیمان شکوہ کو جو آپنے ٹھیک کر دیا اُسکا شکریہ قبول فرمائیے۔ اب آپ جلدی لاہور کو روانہ ہون۔ سلامت بصحت۔ خدا حافظ" اور جے سنگھ نے ایسا ہی کیا۔ بلکہ اُس سے بھی زیادہ کیا۔ یعنی یہ کہ اپنے ہمسایہ جسونت سنگھ والی مارواڑ کو بھی ترغیب دی کہ اب دارا کو چھوڑ دو اور اورنگ زیب کی اطاعت کر لو۔ اُس زمانہ مین بھی جبکہ ایک سخت جانکاہ عارضہ مین مبتلا ہوا تھا اپنے فرض کے ادا کرنے سے بادشاہ کبھی غافل نہین ہوا۔ بستر علالت پر لیٹے لیٹے کاروبار سلطنت کے متعلق احکام وہدایات جاری کرتا تھا۔ برنیر نے کہ بہت تجربہ کار طبیب تھا

بڑے تعجب سے لکھا ہے کہ:-

"وہ علالت کے پانچوین دن کہ بیماری کی حالت نازک ہو رہی تھی اُسنے
اپنے تئین اُٹھوا کر اُمرا کے مجمع مین پہونچایا تا کہ جو لوگ یہ سمجھتے ہون کہ
بادشاہ نے انتقال کیا اُنکی آنکھین کھل جائین - اور کوئی ہنگامہ بپا ہو
ایسا نہ ہونے پائے جس سے شاہجہان رہائی پا جائے - ان ہی وجوہ
سے ساتوین اور نوین اور دسوین دن بھی مجمع مذکور مین آیا - اور سب
سے زیادہ حیرت انگیز یہ بات ہے کہ تیرھوین دن جیسے ہی اُسکو
ایک ایسی سخت غشی سے افاقہ ہوا کہ اُسکی وجہ سے اُسکی وفات کی خبر
عام طور سے مشہور ہو گئی تھی اُسنے راجہ جے سنگھ اور دو تین خاص خاص
اُمرا کو بلا بھیجا کہ اُسکے زندہ ہونے کی تصدیق کر لین - پھر خدام نے اُسکے
حکم کے مطابق اُسے بستر پر تکیہ کے سہارے بٹھا دیا اور قلمدان اور کاغذ
مانگا اور اعتبار خان کے نام رقعہ لکھکر شاہی مہر منگوائی - ..... جب
میرے آقا صاحب نے یہ حالات سُنے اُسوقت مین موجود تھا - مین نے
اُنکو یہ کہتے سُنا کہ اللہ رے استقلال - اللہ رے ہمت - اورنگ زیب
خدا تجھے زندہ رکھیگا تجھے ابھی بڑے بڑے کام کرنے ہین - تو مرنیوالا نہین"